تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم　　۱۷/ دسمبر ۱۹۹۷ء　　مدیر : حافظ عاکف سعید

سقوط مشرقی پاکستان : عذاب الٰہی کا کوڑا' ہماری بد عہدی کی سزا

"قرآن حکیم کی تشخیص یہ ہے کہ یہ اللہ سے بد عہدی کی سزا ہے جو سقوط مشرقی پاکستان کی شکل میں ہمیں ملی ہے۔ ... میں تحریک پاکستان کا چشم دید گواہ ہوں۔ میں نے ہائی سکول کے طالب علم کی حیثیت سے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکن کے طور پر تحریک پاکستان میں کام کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ عیدین اور اجتماعات جمعہ میں گڑگڑا کر دعائیں مانگی جاتی تھیں کہ اے اللہ! ہمیں ہندو اور انگریز کی دوہری غلامی سے نجات عطا فرما۔ اگر تو ہمیں ان سے نجات عطا کر دے گا اور ایک آزاد خطہ زمین ہمیں عطا کر دے گا تو ہم وہاں تیرے دین کا بول بالا کریں گے' وہاں تیرے نبی ﷺ کے دین کا نفاذ کریں گے۔ پورا برعظیم "پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ الا اللہ" کے نعروں سے گونج اٹھا تھا۔ لیکن جب اللہ نے ہمیں آزادی کی نعمت سے نواز دیا تو ہم نے اللہ سے کئے گئے وعدے کو بھلا دیا' چنانچہ "فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم" کے مصداق سزا کے طور پر اللہ نے ہمارے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ یہ اللہ کا قانون ہے جو ہم پر صد فیصد لاگو ہوا ہے۔

... اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اس سانحہ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اس کے شب و روز میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے؟ اس کی مشغولیتوں اور دلچسپیوں میں سرمو کوئی فرق واقع ہوا ہے؟ کسی کی زندگی کا نقشہ بدلا ہو' اس کی ترجیحات بدلی ہوں' کسی نے حرام خوری چھوڑی ہو' کسی نے سودی معاملہ چھوڑا ہو؟ اپنے اوپر قیاس کر لیجئے کہ کوئی سبق حاصل نہیں ہوا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں جو عریانی اور فحاشی ہے تو اس وقت کے مقابلے میں سو گنا زیادہ ہے' فراڈ اور غبن ہے تو ہزار گنا زیادہ ہے۔ قیام پاکستان کے ۲۵ سال کے بعد عذاب الٰہی کا بھرپور کوڑا سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں برسا تھا' کوئی بعید نہیں کہ اب مزید ۲۵ سال گزرنے کے بعد پھر عذاب کا کوئی شدید کوڑا برسنے کو ہو۔ اعاذنا اللہ من ذالک!"

(یوم سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے منعقدہ ایک تقریب میں امیر تنظیم اسلامی کے خطاب سے اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عاکف سعید

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

اسلامی ممالک کی آٹھویں سربراہی کانفرنس اس بار تہران میں منعقد ہو رہی ہے۔ کل ۹ دسمبر کو اس کے افتتاحی اجلاس میں دیگر اسلامی ملکوں کے سربراہان کے علاوہ وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے بھی شرکت کی۔ اس سلسلے کی پہلی کانفرنس آج سے ۲۸ سال قبل مراکش کے دارالحکومت رباط میں منعقد ہوئی تھی جبکہ ۱۹۷۴ء میں منعقد ہونے والی دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کی میزبانی کا شرف پاکستان کو حاصل ہوا تھا۔ اس بار قرعہ فال ایران کے نام نکلا۔ مصور پاکستان حکیم الامت علامہ اقبال نے آج سے ساٹھ ستر برس قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ

"تہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے"

گو تاحال ان اسلامی سربراہی کانفرنسوں سے وہ نتائج حاصل نہیں ہو پائے جن کی توقع ان سے کی جاتی تھی، تاہم جنیوا کانفرنس کے طرز پر اسلامی سربراہی کانفرنس کے تسلسل کے ساتھ انعقاد کو اگر علامہ کے خواب کی تعبیر کے اولین قدم سے تعبیر کیا جائے تو تہران میں آٹھویں سربراہی کانفرنس کے انعقاد کو یقینی طور پر اگلا قدم قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس کانفرنس کا تہران میں منعقد ہونا دو اعتبارات سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ایک اس پہلو سے کہ ایران اس وقت شدید طور پر امریکہ کے زیرِ عتاب ہے اور امریکہ اس بات کے درپے ہے کہ ایران کو "تنہا" کرنے کی خاطر دیگر اسلامی ممالک سے اس کے تعلقات کو کشیدہ کیا جائے اور وہ تمام اسلامی ممالک پر جن میں عرب ممالک خاص طور پر اہم ہیں، دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ امریکہ کی خوشنودی کی خاطر ایران سے مکمل مقاطعہ کا اعلان کریں —— اس تناظر میں دیگر اسلامی ممالک کا ایران کے ساتھ یک جہتی کا اظہار امت کے وسیع تر مفاد کے اعتبار سے نہایت ضروری تھا۔ تہران میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد سے "شیطان بزرگ" یعنی امریکہ اور اس کے حواری ممالک کے سینے پر یقینی طور پر سانپ لوٹ گیا ہوگا —— دوسرے یہ کہ شیعہ سنی کشیدگی کو کم کرنے میں بھی کہ جو اسلامی تاریخ کے سب سے خوفناک ناسور کا درجہ رکھتی ہے، یہ کانفرنس یقیناً مفید اور موثر ثابت ہوگی۔ بالخصوص ان حالات میں جبکہ فرقہ وارانہ مخاصمت اپنے عروج پر ہے اور یہ معاملہ فکری و نظری اختلاف سے آگے بڑھ کر فرقہ وارانہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی تک جا پہنچا ہے، توقع کی جاتی ہے کہ یہ کانفرنس شیعہ سنی کے درمیان حائل خلیج کو کم کرنے کا باعث بنے گی۔ ان حالات میں جبکہ امت شدید طور پر افتراق اور انتشار کا شکار ہے اور امید کی کوئی کرن دور دور تک یوں نظر نہیں آتی کہ دنیا کی واحد "سپریم پاور" اس وقت مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود کی آلۂ کار ہے، اس کانفرنس کے انعقاد سے مایوسی کے شدید اندھیاروں میں امید کی کرن پھوٹتی دکھائی دیتی ہے کہ شاید

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

واضح رہے کہ سربراہی کانفرنس کے حوالے سے ہم اس خوش فہمی کا شکار ہرگز نہیں ہیں کہ اس کے ذریعے امت مسلمہ کے جملہ مسائل حل ہو جائیں گے، فلسطین، کشمیر اور چیچنیا کا مسئلہ حل ہو جائے گا، افغانستان کی خانہ جنگی ختم ہو جائے گی، مسلم امہ کی اقتصادی صورتحال بہتر ہو جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ تاہم مسلم ممالک کے سربراہان کا مل بیٹھنا اور امت کے مسائل پر سر جوڑ کر غور و فکر کرنا خواہ ادنیٰ درجے میں ہی سہی، یقینی طور پر مثبت نتائج کا حامل ہوگا۔ ہمارے نزدیک یہ کانفرنس اگر افغانستان میں جاری خانہ جنگی کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ ہماری رائے میں اس تصفیہ کے لئے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ افغانستان میں قیام امن کی راہ کی ایک بڑی رکاوٹ شیعہ سنی اختلاف ہے جس میں ایران اہم رول ادا کر رہا ہے۔ اگر دیگر اسلامی ممالک نے اس موقع پر کانفرنس میں شرکت کر کے گویا مشکل وقت میں ایران کا ساتھ دیا اور اس کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے تو ایران کو بھی جوابی طور پر مسلم امہ کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے طالبان کے ضمن میں اپنے موقف میں لچک پیدا کرنی چاہئے اور سنی اکثریت کے ملک افغانستان کی طالبان حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو نارمل بنانا چاہئے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ اس خطہ میں برس ہا برس سے جاری خانہ جنگی کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ افغانستان میں ایک محکم اسلامی مملکت کے قیام کے ذریعے پورے خطے میں پاکستان، ایران، افغانستان اور وسط ایشیائی اسلامی ریاستوں پر مشتمل ایک مضبوط اسلامی بلاک کی تشکیل کی راہ بھی ہموار ہو جائے گی۔ ○○

میاں محمد نواز شریف

اور ان کے رفقائے کار

موجودہ حالات میں حسب ذیل قرآنی تنبیہ پیش نظر رکھیں

"اور میں نہیں جانتا، ہو سکتا ہے کہ یہ
تمہارے لئے بڑی آزمائش
اور (اس کے لئے) معین مہلت کا سامان ہو"

سورۂ انبیاء : آیت ۱۱۱

تفاصیل کل ساڑھے بارہ بجے باغ جناح کے خطاب جمعہ میں

اسرار احمد : امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

سفر امریکہ سے واپسی ۱۲ دسمبر کے خطاب جمعہ کے لئے امیر تنظیم اسلامی کا مرتب کردہ اشتہار جس میں میاں نواز شریف صاحب کے لئے تنبیہی پیغام نمایاں ہے

آئین کے نام پر غیر آئینی جنگ لڑی گئی!

صدر نے رضاکارانہ طور پر استعفاد ے کر ملک کو کرب و اضطراب کی حالت سے نکال کر قوم سے نیکی کی ہے

عدالتی و آئینی بحران کے حل کیلئے سپریم کورٹ کے کوئٹہ اور پشاور بنچوں کے فیصلے کالعدم قرار دینے ہوں گے

مرزا ایوب بیگ' لاہور

صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری کے استعفاء سے پاکستان کے سیاسی بحران کا خاتمہ ہو چکا ہے اور حکومت کو اپنے مخالفین کے مقابلے میں مکمل اور بھرپور فتح حاصل ہوئی ہے۔ البتہ آئینی اور عدالتی بحران ابھی موجود ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ باہمی چپقلش اور محاذ آرائی سے نڈھال عدلیہ اپنے تقدس اور وقار کا تحفظ نہیں کر سکے گی اور عدالتی بحران کو طاقتور حکومت اور متحدہ مقننہ کی مرضی اور مفاد کے مطابق اور آئین سے صرف نظر کرتے ہوئے نظریہ ضرورت کے تحت حل کر لیا جائے گا' کیونکہ سپریم کورٹ میں ججوں کا جو گروپ اب غالب قوت حاصل کر چکا ہے ان کا اور حکومت کا مفاد سانجھا ہے۔ لہٰذا مستقبل قریب میں جج ایسے فیصلے کرنے والے ہیں جن سے عدلیہ کی مونچھ نیچے ہو جائے گی یعنی بلی اپنے بچاؤ کے لئے بچوں کو اپنے پنجوں ہی کے نیچے روند ڈالے گی اور بحیثیت مجموعی پاکستان کے مستقبل پر انتہائی برے اثرات مرتب ہوں گے۔ بہرحال مستقبل کی فکر ہم نے گزرے ہوئے کل کب کی تھی جو آج کریں۔ لہٰذا ملک کے مستقبل کی فکر ملک دینے والے پر چھوڑتے ہوئے ہم اس بحران کے مختلف کرداروں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

گزشتہ ہفتہ کے تجزیہ کا اختتام اس خبر پر ہوا تھا کہ ججوں کے مذاکرات جو پہلے کامیاب ہو گئے تھے بعض ججوں کے back out کر جانے کے بعد جب از سر نو ہوئے تو وہ مکمل طور پر ناکام ہو گئے۔ لہٰذا جانبین کی طرف سے اپنی اپنی عدالتیں لگانے کا اعلان کر دیا گیا اور غالباً جمہوریت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ متوازی عدالتیں لگائی گئیں۔ چیف جسٹس سجاد علی شاہ کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے بینچ نے تیرھویں ترمیم معطل کر دی اور جسٹس سعید الزمان صدیقی کی قیادت میں دس ججوں کے بینچ نے جسے فل کورٹ کہا گیا' نے اسی روز اس فیصلے کو معطل کر دیا اور یہ فیصلہ اٹارنی جنرل کی زبانی درخواست پر کر دیا گیا۔ اس وقت تک یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ بالآخر سب کچھ ختم ہو جائے گا لیکن اسی شام فاروق احمد خان لغاری نے استعفاء دے کر حکومت کی مکمل کامیابی کا راستہ ہموار کر دیا۔ شروع ہی سے یہ بات محسوس کی جا رہی تھی کہ جب تک اس بحران کے تین مرکزی کردار میاں محمد نواز شریف بحیثیت سربراہ حکومت' چیف جسٹس سجاد علی شاہ اور صدر پاکستان فاروق احمد لغاری میں سے کوئی اپنی ہار نہ مان لے یا ملکی مفاد کی خاطر قوم کو بحران سے نکالنے کے لئے اپنی قربانی پیش نہ کر دے ملک کسی صورت اس گرداب سے نہیں نکل سکے گا۔ صدر فاروق احمد خان لغاری کے استعفاء سے یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ آیا فوج نے انہیں استعفاء دینے پر مجبور کیا ہے یا اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ تھا ہی

تجزیہ

نہیں' وہ کارنر ہو چکے تھے' ان کے مواخذے کی تحریک داخل ہو چکی تھی لہٰذا وہ مرضی سے نہیں گئے نہ انہوں نے کوئی قربانی دی ہے بلکہ وہ اپنے منطقی انجام کو پہنچے ہیں۔ فوج نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس خبر کی تردید کی ہے کہ اس نے صدر پر استعفاء کے لئے دباؤ ڈالا تھا بلکہ آرمی چیف نے تو صدر کو استعفاء دینے سے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن صدر نے یہ کہہ کر کہ وہ موجودہ حکومت کے ساتھ نہیں چل سکتے آرمی چیف کی بات کو رد کر دیا۔

ہماری رائے میں لغاری صاحب نے استعفاء دے کر قومی مفاد میں اگر بہت بڑی نہیں تو کسی قدر قربانی ضرور دی ہے کیونکہ یہ جنگ آخری دنوں میں یہ صورتحال اختیار کر گئی تھی کہ وزیراعظم بمقابلہ چیف جسٹس + صدر پاکستان۔ اس جنگ میں چیف جسٹس اور فاروق لغاری ایک دوسرے کو تحفظ فراہم کر رہے تھے۔ اگر وزیراعظم چیف جسٹس کے خلاف ریفرنس دائر کرنے کی بات کرتے تھے تو انہیں محسوس ہوتا تھا کہ صدر اس ریفرنس کو سپریم جوڈیشل کونسل کو نہیں بھجوائیں گے اور اگر وہ اپنے تحفظ کے لئے راتوں رات قوانین میں ترمیم کرتے تھے اور صدر پاکستان سے بھی یہ توقع کرتے تھے کہ وہ بھی ہنگامی طریقے سے اس پر دستخط کر دیں تو صدر' حکومت کو یاد دلاتے تھے کہ آئین انہیں کسی قانون پر دستخط کرنے کے لئے ۳۰ دن کی مہلت دیتا ہے۔ ان باتوں سے حکومت یہ یقین کر چکی تھی کہ صدر پاکستان ان کے مخالف کیمپ میں ہیں۔ ادھر صدر نے بھی حکومت دشمن عناصر کو ایوان صدر آنے جانے کی عام اجازت دے دی جس سے یہ سربراہ حکومت اور سربراہ مملکت کے درمیان کھلم کھلا جنگ بن گئی۔

وزیراعظم نے ایک پریس کانفرنس میں صدر کو مورد الزام ٹھہرایا اور ان کی یہ پریس کانفرنس خاص طور پر ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی۔ قوم کے نام اپنے خطاب میں بھی وزیراعظم نے ایوان صدر کو سازشیوں کا اڈہ قرار دیا۔ ان حالات کے پس منظر میں فاروق لغاری کے پاس اس امر کا پورا جواز موجود تھا کہ وہ اس جنگ کو ۵ فروری ۱۹۹۸ء تک طول دیئے رکھتے۔ کیونکہ اگر حکومت ان کا مواخذہ کرتی تو جیسا کہ آئین میں درج ہے کہ اس مواخذے کی وجوہات حکومت کو دینا ہوں گی یعنی صدر دماغی توازن کھو چکا ہے یا کرپشن کے کسی کیس میں واضح طور پر ملوث ہے یا کوئی اور معقول وجہ پیش کرنا پڑتی۔ اس مواخذے کے خلاف رٹ دائر ہوتی اور چیف جسٹس جو ۱۵ فروری ۱۹۹۸ء تک سپریم کورٹ میں موجود تھے آسانی سے انہیں ریلیف دے دیتے' لہٰذا مواخذہ متنازعہ ہو جاتا اور جھگڑا جاری رہتا۔ یا فاروق احمد خان لغاری آٹھویں ترمیم کے بحال ہونے پر اسمبلی توڑ دیتے' چاہے دوسری متوازی عدالت جو قدم بھی اٹھاتی' قومی اسمبلی تو متنازعہ ہو ہی جاتی جس سے جھگڑا مزید بڑھ جاتا اور یہ ممکن نہ تھا کہ قوم جس کے اعصاب پہلے ہی جواب دے چکے تھے مزید اڑھائی ماہ اس بحران کو

برداشت کر سکتی چنانچہ ملک کسی بڑے حادثہ سے دوچار ہو سکتا تھا۔ لہٰذا لغاری اگر ضد اور ہٹ دھرمی کی اس سطح پر چلے جاتے کہ ملک اور قوم کا جو ہو سو ہو وہ نواز شریف حکومت کو گرا کر ہی رہیں گے اور اپنی توہین اور ہتک کا بدلہ لیں گے۔ تو راقم کی رائے میں ان کے لئے ایسا کرنا چنداں مشکل نہ تھا' جبکہ پاکستان کا ہر فرد یہ سمجھتا ہے کہ اس بحران کی مزید چند دن کی طوالت بھی ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔ جہاں تک فوج کے صدر پر استعفاء کے لئے دباؤ کا تعلق ہے اولاً تو فوج اس کی جتنی پرزور تردید کر چکی ہے اس پر شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی لیکن فرض کیجئے کہ فوج کا صدر پر دباؤ تھا تو وہ اس دباؤ کو خواہ آسانی سے نہ سہی کچھ مشکل سے ہی سہی' برداشت کر سکتے تھے اور چیف جسٹس کی ریٹائرمنٹ تک فوج کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ صدر کو دھکے دے کر ایوان صدر سے نکال دیتی۔ صدر فوج کا سپریم کمانڈر ہوتا ہے۔ وہ صدر کو کسی چھوٹے موٹے طریقے سے نکال باہر نہیں کر سکتی' اس کے پاس تو صرف آخری حربہ ہے اور وہ ہے مارشل لاء۔ لیکن اس سے حکومت پہلے جاتی اور صدر بعد میں جاتے۔ جب تک سجاد علی شاہ صدر کے نزدیک چیف جسٹس تھے فوج بھی اس وقت تک سجاد علی شاہ کو چیف جسٹس ماننے پر مجبور تھی لہٰذا فوج کا صدر کو استعفاء پر مجبور کرنا کسی طرح حقیقت معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ ماننا ہو گا کہ صدر نے رضاکارانہ طور پر استعفاء دے کر قوم سے نیکی کی ہے اور قوم کو کرب و اضطراب کی حالت سے نکالا ہے۔

صدر کے استعفاء کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ حکومت کے ساتھ ساتھ فوج نے بھی صدر پر دباؤ ڈالا ہو کہ وہ چیف جسٹس کے خلاف ریفرنس جوڈیشل کونسل کو بھیج دے اور اس طرح چیف جسٹس کی چھٹی کروا کر حکومت کو ریلیف دیا جائے۔ لیکن لغاری نے یہ جنگ چیف جسٹس کے کاندھے کے ساتھ کاندھا ملا کر لڑی تھی لہٰذا اپنے ساتھی کی قربانی کی بجائے اپنی قربانی دے دی۔ اگر لغاری صاحب چیف جسٹس کو فارغ کر دیتے تو نواز شریف کا اصل مسئلہ حل ہو جاتا اور انہیں صدر کے خلاف مواخذہ کی تحریک لا کر خواہ مخواہ فوج کو ناراض کرنے کی کیا ضرورت تھی اور صدر کم از کم اپنا آخری سال بڑی آسانی سے نکال لیتے۔ بلکہ جیسا کہ ارشاد احمد حقانی جیسے معتبر صحافی نے حلفیہ یہ بات کہی ہے کہ نواز شریف نے صدر کو پیشکش کی تھی کہ اگر وہ چیف جسٹس سے انہیں چھٹکارا دلا دیں تو وہ انہیں اگلی ٹرم کے لئے بھی صدر منتخب کروا لیں گے۔ لغاری چیف جسٹس سے دغا کر کے اگلی ٹرم بھی حاصل کر سکتے تھے۔

> **"فاروق لغاری نے حکومت دشمن عناصر کو ایوان صدر میں آنے کی کھلی چھوٹ دے کر سربراہ حکومت اور سربراہ مملکت کے مابین محاذ آرائی کو کھلم کھلا جنگ میں بدل دیا"**

اس بحران کے خاتمے پر اگر جائزہ لیا جائے کہ کس نے کیا چال چلی اور کس نے کیا کیا تو اسے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حکومت نے اچھی وکٹ پر خراب اننگز کا آغاز کیا اور خود اپنے لئے مسائل پیدا کرتی چلی گئی۔ لیکن بعد ازاں وہ سنبھلی' اس نے اچھی منصوبہ بندی کی' وہ اپنے ممبران اسمبلی اور اتحادیوں کو متحد رکھنے میں کامیاب ہوئی۔ شروع میں جب چیف جسٹس نے پانچ جج سپریم کورٹ کے لئے مانگے تو حکومت نے خواہ مخواہ ٹانگ اڑائی۔ پھر جب مجبوراً اسے پانچ جج دینے پڑے تو سپریم کورٹ کے خلاف قومی اسمبلی میں انتہائی بے ہودہ زبان استعمال کی گئی' حالانکہ قانون سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ جانتا تھا کہ رکن اسمبلی کا جج کے خلاف زبان کھولنے سے آئین کی دفعہ ۶۳ حرکت میں آ جاتی ہے اور کسی ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے جج کو اسمبلی میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ لیکن جوں جوں حکومت سنبھلتی گئی جسٹس سجاد کے اعصاب جواب دیتے گئے۔ انہوں نے اگر چودھویں ترمیم کو معطل کیا تھا تو گو اس کا جواز بھی نہیں تھا لیکن پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ چودھویں ترمیم کے کچھ حصے بنیادی انسانی حقوق کے خلاف تھے اور یہی حصے عدالت نے معطل بھی کئے تھے۔ پھر یہ کہ دوسرے ممالک میں گو شاذ کے درجہ میں سہی' لیکن بہرحال ایسی نظیر پیش کی جا سکتی ہے کہ ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ عدالت نے اسمبلیوں کی پاس کردہ ترمیم کو آئین کی روح کے خلاف قرار دیتے ہوئے معطل کر دیا۔ لیکن جسٹس سجاد نے چودھویں کے بعد تیرھویں ترمیم کو بھی معطل کر کے لوگوں کو یہ کہنے کا موقع فراہم کیا کہ اسمبلیوں کی ضرورت ہی کیا ہے' عدالتیں خود ہی قانون سازی کر لیا کریں۔ پھر انہوں نے صدر کو یہ حکم جاری کر کے کہ وہ اسمبلی کے پاس کردہ بل پر دستخط نہ کریں اور اگر کر چکے ہوں تو اسے معطل سمجھا جائے' عجیب و غریب صورتحال پیدا کر دی اور سب کچھ مذاق بن کر رہ گیا۔ اس دوران حکومت نے جو مکمل طور پر سنبھل چکی تھی اور آرمی چیف کے ذریعے وقت لینے میں کامیاب ہو چکی تھی' سیز فائر کے عارضی وقفہ کو بڑی مہارت سے استعمال کیا اور کوئٹہ و پشاور بینچ سے ایسا فیصلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی جو یقیناً آئین اور قانون سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا تھا۔

حاجی سیف اللہ جو ایک آئینی ماہر ہیں ان کی یہ بات صد فیصد درست ہے کہ آئین کے نام پر انتہائی غیر آئینی جنگ لڑی گئی۔ خود راقم کی رائے میں حکومت نے اور خود ججوں کے دونوں گروپوں نے آئین کی دھجیاں اڑا دیں' کسی نے اپنے حلف کا رتی بھر خیال نہ کیا۔ آرمی چیف کو غیر ملک سے واپس بلا کر معاملات میں دخل دینے کی دعوت دے کر خلاف آئین کام کیا گیا۔ آرمی چیف کا فریقین کے درمیان صلح و صفائی کا کام کرنا اور اس کے لئے شٹل ڈپلومیسی اپنانا غیر آئینی تھا' کسی جج کے خلاف اسمبلی میں بولنا غیر آئینی تھا' ججوں کا مسئلہ حل کرنے کے لئے سیاسی انداز میں مذاکرات کرنا غیر آئینی تھا۔ صدر کو بل پر ۳۰ دن سے پہلے حکومت کا دستخط کرنے پر مجبور کرنا غیر آئینی تھا' صدر کو بل پر دستخط نہ کرنے کا چیف جسٹس کا حکم غیر آئینی تھا' کوئٹہ اور پشاور کے فیصلے صریحاً غیر آئینی تھے۔ یہ تمام غیر آئینی امور اس بحران کے خاتمے کے بعد بھی عدالتی بحران پیدا کر سکتے ہیں۔ آخر سعید الزمان صدیقی جو چیف جسٹس سجاد کے سب سے بڑے دشمن بن کر سامنے آئے تھے' انہیں کس چیز نے اب یہ بیان دینے پر مجبور کیا ہے کہ سجاد علی شاہ اب بھی چیف جسٹس ہیں ان کے صرف عدالتی اور انتظامی اختیار معطل کئے گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان کے اگر عدالتی اور انتظامی اختیارات معطل کئے گئے ہیں تو پھر وہ کیسے چیف جسٹس ہیں اور جب چیف جسٹس زندہ موجود' صحت مند اور ملک میں حاضر ہے تو قائم مقام چیف جسٹس کا جواز آئین سے کیسے ڈھونڈا جائے گا۔ اراکین اسمبلی نے بمع وزیر اعظم کے' اسمبلی میں چیف جسٹس کو برا بھلا بلکہ بے غیرت کہا' تو جب تک وزیر اعظم اور ان کے ساتھی غیر مشروط معافی نہیں مانگتے انہیں آئین کی شق ۶۳ سے کیسے بچایا جائے گا۔ اگر چیف جسٹس کا تقرر ججز کیس کے حوالہ سے غیر آئینی ٹھہرا تو جن حضرات سے چیف جسٹس نے حلف لیا ہے ان کا کیا بنے گا؟۔ اس دوران جتنے فیصلے ہوئے ہیں ان سب کی حیثیت کیا ہو گی۔ اس نوعیت کے کئی آئینی

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

خلیفۂ اوّل
حضرت ابو بکرؓ کا انتظام خلافت

(گزشتہ سے پیوستہ)

تحریر و تحقیق : فرقان دانش خان

ملکی نظم و نسق

حضرت ابو بکر صدیقؓ منصب خلافت سنبھالنے کے بعد خلیفۃ الرسول اللہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے' اسی مناسبت سے اسلامی حکومت کو خلافت کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں اسلامی حکومت صرف عرب تک محدود تھی' کیونکہ بیرونی فتوحات ابتداء آپ کے عہد میں شروع ہوئی تھیں۔ آپؓ نے ملکی نظام کو بہتر بنانے کے لئے پوری سلطنت کو متعدد صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ چنانچہ مدینہ' مکہ' طائف' صنعا' نجران' حضر موت' بحرین اور دومتہ الجندل الگ الگ صوبے تھے۔ ہر صوبہ میں ایک عامل ہوتا تھا۔ جس کے فرائض میں انتظامی امور کے علاوہ مقدمات کے فیصلے' حدود شرعیہ کا جاری کرنا اور اقامت نماز کے کام شامل تھے' البتہ دارالخلافہ میں اکثر شعبوں کے علیحدہ علیحدہ عہدیدار تھے۔ مثلاً حضرت ابو عبیدہؓ افسر مال تھے' حضرت عمرؓ قاضی اور حضرت عثمانؓ و حضرت زیدؓ بن ثابت دربار خلافت کے کاتب تھے۔ آپؓ جب کسی کو کوئی عہدہ یا ذمہ داری سونپتے تو عموماً بلا کر اس کے فرائض کی تشریح کرتے اور مفید نصیحتیں فرماتے تھے' چنانچہ ولید بن عقبہؓ کو محصل صدقات بناتے وقت یہ نصیحت فرمائی:

"جلوت و خلوت میں خدا کا خوف رکھنا' کیونکہ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے ایسی سبیل اور اس کے لئے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اس خدا خوفی کے باعث اس کے گناہ بھی کم کر دیئے جاتے ہیں اور نیک اعمال کا اجر دو بالا ہو جاتا ہے۔ بیشک بندگان خدا کی خیر خواہی بہترین تقویٰ ہے۔ تم خدا کی ایسی راہ میں جا رہے ہو جہاں افراط و تفریط اور غفلت کی گنجائش نہیں بلکہ اس میں مذہب کا استحکام اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے اس لئے سستی اور تغافل سے بچنا" (تاریخ طبری)

یزید بن ابی سفیانؓ کو شام کی مہم کا امیر بنا کر بھیجتے وقت کچھ نصیحتیں فرمائیں جس میں اقرباء پروری اور لوگوں کو ذمہ داری دیتے وقت رعایت اختیار کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے:

"دیکھو وہاں تمہاری قرابت داریاں ہیں اور شاید تم ان کو دوسروں پر ترجیح دو۔ اس ضمن میں حضورؐ کا فرمان یاد رکھنا کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہو اور ان پر کسی کو بلا استحقاق محض رعایت کے طور پر افسر بنا دے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائے گا' یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کر دے گا"۔ (مسند احمد' جلد اول)

حضرت ابو بکرؓ اگرچہ حلیم الطبع واقع ہوئے تھے مگر ملکی نظم و نسق اور دینی امور میں بڑے سخت تھے۔ چنانچہ حکام سے اگر کوئی غلطی سرزد ہوتی تو نہایت سختی سے گوشمالی فرماتے۔

فوجی نظام

عہد رسالتؐ میں کوئی باضابطہ فوجی نظام نہ تھا بوقت

خلافت راشدہ

ضرورت صحابہ کرامؓ خود ہی ترغیب و تشویق سے جہاد و قتال کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ عہد صدیقیؓ میں بھی یہی صورت حال باقی رہی۔ تاہم آپؓ نے اس کی قدرے اصلاح کی اور کئی اضافے بھی کئے۔ مثلاً جب کوئی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو اس کو ایک امیر کی ماتحتی میں مختلف دستوں میں تقسیم کر کے الگ الگ افسر مقرر کر دیتے تھے۔ فوج کے سربراہ کے لئے امیر الامراء یعنی کمانڈر انچیف کا عہدہ آپؓ ہی کی ایجاد ہے۔ سب سے پہلے خالد بن ولیدؓ کو اس عہدہ پر تعینات کیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فوج کی چھاؤنیاں بھی بنادی تھیں اور مال غنیمت کے ایک حصے کو فوجی مصارف کے لئے مخصوص کر دیا۔ علاوہ ازیں مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی اس کا بھی ایک معقول حصہ سامان جنگ اور باربرداری کے سامان کی خریداری پر صرف کیا جاتا' نیز فوجی گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے مخصوص چراگاہیں بنائیں۔

اسلامی فوج کیلئے دستور العمل : آنحضورؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ فوج کی اخلاقی تربیت سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ اگر مجاہدوں (سپاہیوں) میں مادی یا روحانی کمی نظر آتی تو اس کی اصلاح فرماتے۔ نظم و ضبط' اخلاق اور اسلامی رواداری کا سبق دیتے۔ فوج کے مورال کو بلند رکھنے کے لئے فصیح لوگوں کو گاہے بگاہے مامور کرتے تاکہ وہ انہیں اپنی تقریروں سے جوش دلاتے رہیں۔ جب کوئی فوجی مہم روانہ فرماتے تو کافی دور تک ساتھ جاتے اور مفید ہدایات دیتے' چنانچہ ملک شام پر جو فوجیں بھیجیں ان کے افسران کو یہ باتیں ارشاد فرمائیں' جو ہمیشہ کے واسطے اسلامی فوج کا دستور العمل بن گئیں:

"۱۔ کسی عورت' بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا' ۲۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا' ۳۔ کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا' ۴۔ کھانے کی ضرورت کے سوا جانوروں کو بیکار ذبح نہ کرنا' ۵۔ نخلستان نہ جلانا' ۶۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا' ۷۔ بزدلی نہ دکھانا' ۸۔ جب کسی قوم پر سے گزر ہو تو نرمی سے اسلام کی طرف بلانا' ۹۔ دوسرے مذاہب کے عبادت گزار اور راہبوں سے نرمی کرنا' ۱۰۔ جب دوسری قوم کے لوگ تمہیں کھانا پیش کریں تو اللہ کا نام لے کر شروع کرنا۔"

فتوحات یعنی توسیع خلافت

خلافت ایک اصولی اور نظریاتی حکومت ہوتی ہے اور نظریہ' جغرافیائی یا قومی حدود کا پابند نہیں ہوتا۔ نظریہ وہ شے ہے جس کے لئے نہ پاسپورٹ کی ضرورت ہے نہ ویزے کی حاجت۔ چنانچہ ادارہ خلافت کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کی حاکمیت نہ صرف یہ کہ خود تسلیم کرے بلکہ دوسروں سے بھی تسلیم کرائے تاکہ دوسرے بھی اس کی برکات و ثمرات سے محروم نہ رہیں' چنانچہ آپؓ کا ایک اہم کارنامہ اسلامی فتوحات کی ابتدا ہے۔ گویا دین اسلام کی بیرونی دعوت کے جس مرحلے کی حضورؐ نے ابتدا فرمائی تھی اس کا دائرہ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں وسیع ہونا شروع ہوا جو بعد ازاں ایک طرف پھیلتا پھیلتا دیوار چین تک جا پہنچا تو دوسری طرف بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک وسعت اختیار کر لی۔

حفاظت دین

خلافت کا مقصد دین کا تحفظ اور اس کے احکام کا قیام و نفاذ ہے۔ تحفظ دین کے لئے آپؓ نے اکابر صحابہ پر مشتمل محکمہ افتاء قائم کیا۔ اس کے علاوہ اسلام کو فتنہ ارتداد سے محفوظ رکھنا آپؓ کا ایسا کارنامہ ہے جو بلاشبہ تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بہت سے قبائل مرتد ہو گئے تھے۔ بہت سے

مدعیان نبوت نے عربوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں کہ قریش و ثقیف کے علاوہ ملک کے گوشے گوشے میں قبائلی سرداروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ منکرین زکوٰۃ مدینے کو لوٹنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ دوسری طرف بیرونی حملے کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا اور سلطنت کی وہ سرحدیں جو روم اور ایران سے ملتی تھیں غیر محفوظ ہو کر رہ گئی تھیں۔ حتیٰ کہ ان حالات میں تمام صحابہؓ کی ہمتیں بھی جواب دے گئی تھیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے مرد آہن بن کر دین کی حفاظت کی اور یکے بعد دیگرے تمام باغیوں کے خلاف کارروائی کر کے عرب میں اسلام کی مشعل کو دوبارہ منور کر دیا۔ اس موقع پر اگر ذرا سا بھی تساہل ہو جاتا تو اسلام کی صورت مسخ ہو کر رہ جاتی۔

قرآن کی جمع و تدوین بھی حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اگر آپؓ نے دیگر کارنامے انجام نہ بھی دیئے ہوتے تو ایک یہی کام تاریخ اسلام میں آپؓ کو وہ مقام دینے کے کافی ہوتا جو آپؓ کو آج بھی حاصل ہے۔ اسی طرح حضرت انسؓ کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تو انہیں زکوٰۃ کے نصاب اور زکوٰۃ کی وصولیابی کے سلسلہ میں ایک لمبی تحریر لکھ کر دی، جس میں زکوٰۃ کے وہ فرائض درج تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمین پر فرض کیے تاکہ ہر شخص سے اس تحریر کے مطابق زکوٰۃ وصول کی جائے اور کسی پر زیادتی نہ ہو۔ یہ تحریر یا وصیت "حضرت ابو بکرؓ کی کتاب الزکوٰۃ" کہلاتی ہے اور صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ فی ابواب عن انسؓ میں موجود ہے۔

غیر مسلم رعایا کے حقوق

اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے اسلامی شریعت کی اصطلاح میں انہیں ذمی کہا جاتا ہے۔ اور ان کی حفاظت کے بدلے میں ان سے صرف ایک معمولی ٹیکس "جزیہ" لیا جاتا ہے۔ آنحضورؐ نے فتح خیبر کے بعد عرب کے غیر مسلموں کے جو حقوق متعین کر دیئے تھے انہیں ابو بکر صدیقؓ نے بھی قائم رکھا۔ اور جو ممالک آپؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے وہاں کی ذمی رعایا کو چند معاملات کے سوا تقریباً وہی حقوق دیئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔ آپؓ کے عہد میں جزیہ کی شرح بہت کم تھی اور آپؓ نے انہی لوگوں پر جزیہ لگایا جو اس کی ادائیگی کی استطاعت رکھتے تھے۔ نیز یہ ٹیکس بوڑھے، اپاہج اور مفلس ذمیوں کو بھی معاف تھا۔ چنانچہ اہل حیرہ، جو عیسائی تھے ان کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنیٰ قرار پائے۔ باقی پہ صرف دس دس درہم سالانہ جزیہ عائد کیا گیا۔ دراصل جزیہ ایک طرح سے اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں نے اسلام کی بالادستی قبول کر لی ہے، ورنہ اس سے خزانے کو بھرنا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس معمولی ٹیکس کا دوہرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک تو وہ مسلمانوں کے زیر دست رہنا قبول کر لیتے ہیں، دوسرے انہیں مسلمانوں کے ساتھ رہ کر ان کے اسلامی اخلاق و کردار کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا ہے جس کے نتیجے میں اکثر و بیشتر قوموں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے اہل حیرہ سے جو معاہدہ کیا اس کی بعض شرائط حسب ذیل ہیں، جن کی روشنی میں آئندہ بھی کوئی اسلامی حکومت غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں اپنی ترجیحات متعین کر سکتی ہے:

1) اگر کوئی ذمی جو جزیہ دے رہا ہو اور وہ بوڑھا، اپاہج یا مفلس ہو جائے تو اسے جزیہ سے بری کر دیا جائے گا نیز بیت المال اس کا کفیل ہو گا۔

صفاتِ خلیفۃ المومنین

پروفیسر اسرار احمد سہاوری

خلیفہ ہوتا ہے ایماں کا اک حسیں پیکر — زمیں پہ حکم الٰہی کا ہے وہی مصدر
سکون قلب کی ضامن حکومت اس کی ہے — نشاط روح کی ضامن ہے اس کی فکر و نظر
ہے اس کے ذہن میں ہر دم فراست مومن — نظر میں نور ہے ایماں کا اس کی جلوہ گر
نبی کے حکم کا تابع ہر ایک حکم اس کا — خدا کی یاد سے روشن ہیں اس کے شام و سحر
نفاذ حکم خدا کا بھی وہ ہی کرتا ہے — بصیرت اس کی رہین فروغ قلب و نظر
نہیں ہے قول میں اور فعل میں تضاد اس کے — ہر ایک حکم ہے اس کا سکون کا محور
ہے اس کی ذات سکوں کی تجلیوں کا ظہور — ہیں اس کے کارواں سالار شافع محشر
خدا کے حکم کا تابع ہے وہ بہر صورت — نبیؐ کے حسن عمل کا ہے اک حسیں منظر
کمال عدل کی تمثال اس کا ہے کردار — عمل میں اپنے وہ رہتا ہے عجز کا خوگر
وفور عجز ہی ضامن ہے اس کی صولت کا — ہے اس کی مہر محبت لگی ہر اک دل پر
ہے پر بہار بہت خوئے دلنواز اس کی — اسی لئے ہے عقیدت کا دلکشا محور
وہ متقی بھی ہے عابد بھی اور زاہد بھی — ہے حسن خلق ہی اس کی حیات کا جوہر
وہ مومنوں کے لئے نرم ہے گلوں کی طرح — رگ حریف میں ہے زہر میں بجھا نشتر
ہے اس کو جان سے پیاری تمام خلق خدا — دعا وہ کرتا ہے اس کی بھلائی کی شب بھر
رضا خدا کی ہے مطلوب اس کو ہر لحہ — نظر میں اس کی سماتے نہیں ہیں سیم و زر
خطاب اس کا دلوں کو جلا عطا کر دے — بنے وہ جب بھی خطابت میں زینت منبر
ہے مشورے کا وہ پابند حکم یزداں سے — یہی ہے سنت نبویؐ بہ مقتضائے خبر
ہے عدل کی بھی ضمانت وہ اپنے منصب میں — ملے گا عدل بلا امتیاز اس در پر
خلیفہ اس کو خدا کا کہوں گا میں اسرار
جسے عبور ہو دنیا و دیں کی حکمت پر

۲) گرجاؤں اور کلیساؤں کی عمارات کو گرایا نہیں جائے گا۔
۳) ناقوس بجانے پر پابندی نہ ہو گی۔
۴) مذہبی تہوار پر جلوس نکالنے کی اجازت ہو گی۔
۵) ان کے کسی ایسے قلعے کو گرایا نہیں جائے گا جس میں محصور ہو کر وہ دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ (کتاب الخراج)

مالی نظام

آنحضورؐ کے دور میں بیت المال کی ابتدا ہو چکی تھی مگر مالیات کا کوئی باقاعدہ شعبہ نہ بنا تھا کیونکہ جو رقم وصول ہوتی تھی خرچ یا تقسیم کر دی جاتی تھی، یہی طریق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ابتدائی دور میں بھی جاری رہا۔ لیکن عہد صدیقی میں زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور غنیمت کی آمدنی میں بڑا اضافہ ہونے کی وجہ سے آپؓ نے اپنی خلافت کے آخری ایام میں بیت المال کے لئے ایک عمارت تیار کرائی تھی۔ تاہم آپؓ اسلامی ضروریات میں صرف کرنے سے جو بچتا اسے بلا تفریق آزاد و غلام، اعلیٰ و ادنیٰ، مرد و عورت سب میں برابر تقسیم فرما دیتے۔ اس لئے بیت المال میں بھاری رقم جمع ہونے کی کبھی نوبت نہیں آئی۔

نظام احتساب و تعزیرات

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اگرچہ پولیس اور تعزیر و حدود کا کوئی ضابطہ تو موجود نہ تھا لیکن آپؓ نے بعض جرائم کی سزائیں آنحضورؐ کے فیصلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مخصوص کر دیں، مثلاً شراب نوشی پر چالیس دروں کی سزا لازماً قرار دے دی۔ اگر کسی سے کوئی ایسا جرم سرزد ہو جاتا جس کی سزا قرآن و سنت اور آپؐ کے فیصلوں میں نہ ملتی تو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد متفقہ سزا عائد کی جاتی۔ اگر کسی صوبے کا حاکم کسی کو غلط سزا دے دیتا تو اسے متنبہ کیا جاتا کہ تمہاری دی ہوئی سزا میں فلاں غلطی یا کمی تھی اگر آئندہ احتیاط نہ رکھی تو تم بھی سزا کے مستحق ہو گے۔ آپؓ نے مقدمات کے فیصلوں کے لئے پہلی بار محکمہ قضاء اور اس کے تحت باقاعدہ قاضی مقرر کئے۔

جانشین کا تقرر

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دور خلافت دو سال تین ماہ کے قلیل عرصے پر محیط ہے۔ جمادی الثانی 13ھ میں حضرت ابو بکرؓ بیمار ہوئے، کمزوری اتنی بڑھی کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ چنانچہ اکابر صحابہ کو بلا کر ان سے آئندہ جانشین کے بارے میں مشورہ کیا اور اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا۔ جب کچھ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کی درشتی کی طرف توجہ دلائی تو حاضرین سے خطاب فرمایا:

"میں نے اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے بلکہ اس کو نامزد کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے اس لئے ان کا حکم سننا اور اطاعت کرنا"۔

تمام حاضرین نے بیک آواز ہو کر کہا ہم نے سنا اور مانا۔ آپؓ نے اپنے جانشین کے تقرر کی وصیت کو باقاعدہ تحریر کرایا اور حضرت عمرؓ کو بلا کر کچھ مفید نصیحتیں کیں۔

حضور پاک ﷺ کے جانشین مقرر نہ کرنے میں کیا راز تھا یہ تو اللہ کو ہی معلوم ہے لیکن بظاہر یہ حکمت نظر آتی ہے کہ مسلمان اس معاملے کو خود مشورہ سے طے کریں کیونکہ اگر حضورؐ کسی کو نامزد فرما دیتے تو پھر یہ مستقل سنت نبویؐ بن جاتی جب کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے جانشین کا تقرر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ سے جانشین کی وصیت کی جا سکتی ہے یعنی یہ ممنوع نہیں ہے۔

وفات

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق اپنی دختر ام المومنین حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرے بدن پر جو کپڑا ہے اسی کو دھو کر کفن دینا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ نیا کپڑا لانے میں کیا قباحت ہے۔ فرمایا: نئے کپڑوں کے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔ 21 جمادی الثانی 13ھ کو دو شنبہ گزرنے کے بعد رات کو انتقال فرمایا۔ وصیت کے مطابق اسی رات حضور ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حدیث دل

میں جب کبھی شہر سے گزرتا ہوں

—— فرقان دانش خان ——

بیچ سڑک کرکٹ کھیلتے ہوئے بچے، ڈگریاں ہاتھ میں لئے... فکر فردا میں گرفتار... قوم کے معمار، کھلے آسمان تلے فٹ پاتھ پر سوئے ہوئے مزدور، خالی جیب بازار سے گزرتے ہوئے بر سر روزگار، جہیز کے بوجھ تلے دبی... حوا کی بیٹیاں، فکر اغیار کی یلغار... بے دست و پا... بے یار و مددگار، کم سنوں، معذوروں اور ضعیفوں کے پھیلے ہوئے ہاتھ، بل جمع کرانے کو... قطار میں لگے ہوئے... بہت سے لاچار، زرد رنگ چہرے، خود اپنی نظروں میں گرے... کچھ نہ کر کے بھی شرمسار —— مجھے راہ میں روک کر اکثر اک سوال کرتے ہیں... میں جب کبھی شہر سے گزرتا ہوں۔

ہمیں بے مقصد ہونے کی سزا کس جرم میں ملی؟ اپنے گھر میں ہوتے ہوئے ہم بے گھر کیسے ہوئے؟ آزاد ہو کر بھی ہمارے مقدر میں غلامی کیوں ہے؟

یہ سن کر میں نگاہیں جھکا لیتا ہوں... جانے کیوں ان سے آنکھیں ملا نہیں پاتا... شاید اس لئے کہ میں ہی ان کا مجرم ہوں۔ یہ میں ہی ہوں کہ جس نے اپنے رب سے کئے ہوئے اک وعدے کو توڑ ڈالا۔ اپنے گھر میں... آزاد گھر میں اس کی حکمرانی کے قیام کا وعدہ... یہ میری ہی خود غرضی کا شاخسانہ ہے کہ جو صرف اور صرف اپنا کیریر بناتا رہا، اور اپنے ارد گرد... جالوں میں جکڑے جانے والے ان لوگوں سے لاتعلق رہا۔ ان کی رہائی کے لئے کچھ بھی تو نہ کیا۔

لیکن... ایک سوال میرے دل میں بھی... ابھرتا ہے اکثر —— کیا یہ مجھ اکیلے کی خطا ہے یا ہیں سب شریک... اس جرم میں برابر؟

اے کاش اس کا بھی دے دے کوئی جواب... میں جب کبھی شہر سے گزرتا ہوں۔

تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس مشاورت کا دو روزہ اجلاس لاہور میں ہو گا

تنظیم اسلامی پاکستان کی مرکزی مجلس مشاورت کا دو روزہ اجلاس ۱۴ تا ۱۵ دسمبر ۹۷ء قرآن اکیڈمی لاہور میں ہو گا جس کی صدارت امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد فرمائیں گے۔ قبل ازیں ۱۳ اور ۱۴ دسمبر کو مجلس عاملہ کا آئینی اجلاس منعقد ہو گا۔ ان شاء اللہ

الجزائری عوام جلد خونریزی کا خاتمہ چاہتے ہیں

مسلح انتہاپسندوں نے اسلامک سالویشن فرنٹ کے تشخص کو ہائی جیک کر لیا ہے

الجزائر میں چھ سالہ خانہ جنگی کے دوران ساٹھ ہزار افراد ہلاک ہو گئے

الجزائر کا المیہ

امریکی جریدے Foreign Affairs کے نومبر/دسمبر 97ء کے شمارے میں شائع ہونے والے مضمون کی تلخیص

اخذ و ترجمہ : فرقان دانش خان

الجزائر کی خانہ جنگی اس سال کے موسم گرما میں بالآخر خاتمے کی طرف بڑھتی نظر آتی ہے۔ ساٹھ ہزار افراد کی ہلاکت اور چھ سال کے عرصے پر محیط اس تصادم کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مایوس کن صورت حال سے الجزائر کے عوام بیزار ہو چکے ہیں' یہاں تک کہ ان کی اکثریت صدر لامے زیروال کی سیاسی چالوں کو قبول کرنے پر تیار ہو گئی ہے۔ 97-1995ء کے بلدیاتی اور پھر صدارتی انتخابات میں صدر زیروال کو ملنے والا مینڈیٹ ان کے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے کہ ان کی حکومت جائز ہے۔ انہوں نے اپنے مخالفین (اسلام پسندوں) کو موجودہ نظام سے نکال باہر کیا ہے اور خود امریکہ' جس نے ایک بار الجزائر کی خانہ جنگی کے خاتمے کے لئے حکومت اور اسلام پسند قوتوں کے مابین مذاکرات کی تجویز پیش کی تھی' اب زیروال کی اسلحہ کے زور پر امن قائم کرنے کی پالیسی سے مطمئن نظر آتا ہے۔ ستمبر میں امریکی سفیر رونالڈ نیومین نے صدر زیروال سے ملاقات کے بعد بیان دیا کہ "میں اور میری حکومت ان کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں" تاہم توقعات کے برعکس' اس سال کا موسم گرما گزشتہ چھ سال سے جاری خانہ جنگی کے حوالے سے شدید ترین خونریزی کا عرصہ تھا۔

الجزائر کے حالات کا پس منظر:

الجزائر نے 1962ء میں فرانس سے آزادی حاصل کی۔ اس کے مسائل کا آغاز آزادی کی صبح ہی سے ہو گیا جب فوج نے فرانس کے خلاف جدوجہد کرنے والی جماعتوں کو نظرانداز کر کے مصر کے جمال عبدالناصر کے آمرانہ طرز حکومت کو اپنانے کی کوشش کی۔ بعد میں آنے والی حکومتوں نے بھی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی ٹھوس اقدام نہ کیا' جس کے باعث معیشت تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی۔ کرپشن' افلاس' بھوک اور دن بدن بڑھتی ہوئی بے روزگاری نے عوام کو مزید پستیوں میں دھکیل دیا۔ اسلامک سالویشن فرنٹ 1989ء میں قائم ہوا' اس کے سربراہ عباسی مدنی اعتدال پسند سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم فرنٹ میں علی بن حاج جیسے لیڈر بھی تھے جنہوں نے اسلامی ریاست کے قیام کے لئے مسلح جہاد کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ بدعنوانی اور بے روزگاری کے باعث عوام میں فرنٹ کو مقبولیت حاصل ہوئی اور 1990ء کے بلدیاتی انتخابات میں اسلامی تحریکوں نے زبردست کامیابی حاصل کر لی۔ اصل تنازعہ اس وقت شروع ہوا جب اس انتخاب کے دو ماہ بعد شاذلی بن جدید کی حکومت

عالم اسلام

نے عراق کے کویت پر قبضہ کے خلاف امریکی اتحادی فوجوں کا ساتھ دیا' دوسری جانب اسلامی رہنما علی بن حاج نے الجزائر کے لوگوں کو عرب کی مقدس سرزمین پر اتحادیوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار کرنا شروع کر دیا' اور حکومت کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے۔ ان مظاہروں کو بہانے بنا کر شاذلی نے پارلیمانی انتخابات ملتوی کر دیئے' اس پر اسلامک سالویشن فرنٹ نے ہڑتال کی کال دے دی لیکن فوج نے حکومت کے ایما پر مظاہرین پر گولی چلا دی' نتیجتاً کئی سو افراد مارے گئے۔ جون 1991ء میں حکومت نے اسلامک سالویشن فرنٹ کے رہنماؤں عباسی مدنی اور علی بن حاج کو سات سو انتہاپسندوں سمیت اسلحہ جمع کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا لیکن ساتھ ہی شاذلی بن جدید نے عوامی دباؤ کے باعث دسمبر 1991ء میں پارلیمنٹ کے انتخابات کروانے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ ادھر علی بن حاج کی مخالفت کے باوجود فرنٹ کے سربراہ عباسی مدنی نے اپنی جماعت کو انتخابات میں حکومت کا مقابلہ کرنے اور پرامن طور پر انتخابی مہم چلانے کی ہدایت دے دی۔ ان انتخابات میں ان کی جماعت اسلامک سالویشن فرنٹ نے حکومت کے مقابلے میں واضح کامیابی حاصل کی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اسلامک سالویشن فرنٹ شاذلی بن جدید کے بنائے ہوئے آئین کو اسلامی آئین سے بدلنے کے لئے دو تہائی اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اس موقع پر شاذلی بن جدید نے اسلامک سالویشن فرنٹ کو پیش کش کی کہ اگر وزارت دفاع اور وزارت داخلہ پر اس کا کنٹرول برقرار رہے تو وہ فرنٹ کو معاشرتی تبدیلیاں لانے کی چھوٹ دینے پر تیار ہے لیکن فرنٹ اور مسلح افواج دونوں کو یہ تجویز منظور نہ تھی' لہٰذا شاذلی کو 11 جنوری 1992ء کو استعفیٰ دینا پڑا' تاہم معاملات سدھر نہ سکے۔ 3 ہی روز کے بعد فوج کی ایک پانچ رکنی اعلیٰ سطحی کونسل نے صدارتی ذمہ داریاں سنبھال لیں' اس کا سربراہ ایک فوجی جرنیل تھا۔ کونسل نے پہلا کام یہ کیا کہ انتخابات کے نتائج کو کالعدم قرار دے دیا اور اسلامک سالویشن فرنٹ کے رہنماؤں اور کارکنوں کی بڑے پیمانے پر گرفتاریاں شروع کر دیں۔ علاوہ ازیں مسجدوں کا کنٹرول حاصل کرنے کے لئے درجنوں بنیاد پرست علماء کو تبدیل کر دیا گیا۔ لاؤڈ سپیکر کاٹ دیئے گئے اور عام اجتماعات پر پابندی لگا دی گئی۔ اس کے چند ہفتوں بعد اسلامک سالویشن فرنٹ کے تمام دفاتر بند کر دیئے گئے۔ اور 1990ء میں بھاری اکثریت حاصل کرنے والے بلدیاتی عہدیداروں کو ہٹا دیا گیا۔ رد عمل کے طور پر اسلامک سالویشن فرنٹ نے مظاہروں کی مہم شروع کی جس کا جواب فوج نے دارالحکومت میں ایک مسجد کے

باہر 40 مظاہرین کی ہلاکت کی صورت میں دیا۔ فرنٹ کی قیادت نے حکومت کو گرانے کے لئے مارچ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن فوج نے مارچ کے راستے پر دوسرے صوبوں سے دستے لا کر تعینات کر دیئے۔ وسیع پیمانے پر خونریزی کے خوف سے فرنٹ کو مارچ ملتوی کرنا پڑا۔ اس طرح اسلامک سالویشن فرنٹ پس منظر میں چلی گئی، لیکن وہ یہ موقع ہے جب انتہا پسندوں کی کارروائیوں کا آغاز ہوا، جنہوں نے نہ صرف پولیس افسروں کو براہ راست گولیوں اور بموں کا نشانہ بنایا بلکہ عوام کو بھی قتل کرنا شروع کر دیا جس پر سیکورٹی فورسز نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور یوں قتل وغارت گری کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکل سکا بلکہ دونوں طاقتیں اب تک ایک دوسرے کو کمزور کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ اسی اثناء میں 1994ء میں فوج نے ہائی کونسل آف سٹیٹ کی جگہ جنرل زیروال کو صدر بنا دیا۔ جس نے اسلامک سالویشن فرنٹ سے مذاکرات کی طرف جھکاؤ ظاہر کیا۔ اگست 1994ء میں مدنی نے زیروال کو جیل سے جنگ بندی کا عندیہ دیا۔ جس پر مدنی اور علی بن حاج کو جیل سے منتقل کر کے گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن دونوں طرف انتہا پسند عناصر کے غلبے کی وجہ سے کوئی مذاکرات عمل میں نہ آسکے اور قتل وغارت گری کی لہر میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ تاہم نومبر 1994ء میں اٹلی میں دوسرے مذاکرات شروع ہو گئے اور رویئی کن کے ایک امن پسند گروپ کی دعوت پر اسلامک سالویشن فرنٹ، نیشنل لبریشن فرنٹ اور دوسری اپوزیشن جماعتوں نے جنگ بندی کے امکانات پر غور کرنے کے لئے وفود بھیجے۔ حکومت نے ان مذاکرات میں شرکت سے گریز کیا۔ مدنی اور علی بن حاج نے کہا کہ اگر حکومت ان مذاکرات میں شامل ہو جائے تو وہ خود پہاڑی علاقوں میں جا کر "مجاہدین" کو طے شدہ شرائط قبول کرنے پر راضی کریں گے لیکن حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ تاہم یہ پہلا موقع تھا، جب اسلامک سالویشن فرنٹ نے سیکولر جماعتوں کے ساتھ مذاکرات میں شرکت پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ فرنٹ نے اپنے موقف میں کافی لچک بھی پیدا کی، چنانچہ 1995ء میں ایک متفقہ لائحہ عمل طے پا گیا لیکن حکومت نے ان تجاویز کی بالکل پذیرائی نہ کی۔ اس معاہدے کے دو ہفتے بعد ہی مدنی اور علی بن حاج کو دوبارہ جیل بھیج دیا گیا۔ علی بن حاج کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ انہیں کسی صحرائی جیل میں رکھا گیا ہے جہاں سے ان کے بارے میں تاحال کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔

صدر زیروال نے حکومت کو اپنے ڈھنگ سے چلانے کے لئے نومبر 1995ء کے پہلے ہفتے میں شفاف اور آزادانہ صدارتی انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ اسلامک سالویشن فرنٹ نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا تاہم انتخابی

الجزائر — براعظم افریقہ کے مغربی گوشے میں واقع اسلامی ممالک میں ایک نمایاں ملک

مہم جسے "مجاہدین" نے ناکام بنانے کی پوری کوشش کی، بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہی۔ انتخاب میں زیروال کے علاوہ ایک اعتدال پسند پادری اور سیاسی طور پر غیر معروف دو سیکولر امیدواروں نے حصہ لیا۔ انتخابات کو عمومی طور پر مبصرین نے منصفانہ قرار دیا۔ زیروال نے 61 فیصد ووٹ حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اپنی فتح کے بعد صدر زیروال نے اسلامک سالویشن فرنٹ کو نظرانداز کر کے دوسری سیاسی جماعتوں کو ایک کانفرنس میں الجزائر کے مستقبل کی حکمت عملی وضع کرنے کے لئے اکٹھا کیا۔ اٹلی کی متفقہ تجاویز پر دستخط کرنے والی جماعتوں میں سے صرف ایک جماعت نے اسلامک سالویشن فرنٹ کا ساتھ دیا جب کہ ان دو جماعتوں کے علاوہ سب نے کانفرنس میں شرکت کی۔ یوں الجزائر میں سیاسی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہو گئیں۔ 1996ء کے وسط میں صدر زیروال نے قانون ساز اسمبلی کو نئی شکل دینے کے لئے آئینی ترامیم کیں، جن میں اگرچہ صراحتاً اسلامی جماعتوں پر پابندی عائد نہیں کی گئی تھی لیکن ان کے ذریعے "مذہب کے نام پر استحصال" کی روک تھام کی گئی۔ ان ترامیم نے صدر زیروال کو عوام کی مرضی سے آزاد کر کے پوری طرح بااختیار بنا دیا۔ ان ترامیم سے مقصود یہ ہے کہ جیسے 92-1991ء میں اسلامک سالویشن فرنٹ نے کامیابی حاصل کر لی تھی، اس طرح آئندہ کوئی اسلامی پارٹی اقتدار میں نہ آسکے۔ نومبر 1996ء میں ان ترامیم کے سوال پر ریفرنڈم منعقد ہوا اور حکومت کے دعوے کے مطابق 85 فیصد عوام نے ان ترامیم کی توثیق کی، تاہم الجزائر کے عوام کہتے ہیں کہ پولنگ اسٹیشن ویران پڑے تھے۔

صدر زیروال نے فوج کے تعاون سے جمہوریت کے نام پر ذاتی آمریت قائم کر رکھی ہے۔ اسلام پسندوں کو جو عوامی حمایت حاصل تھی وہ انتہا پسندوں کے تشدد اور قتل وغارت کی وجہ سے کم ہو رہی ہے۔ مسلح انتہا پسندوں نے اسلامک سالویشن فرنٹ کے تشخص کو ہائی جیک کر لیا ہے۔ موسم گرما میں نئی اور بے اختیار پارلیمنٹ کے لئے انتخابات ہوئے اور حسب توقع حکومتی پارٹی نے اکثریت حاصل کر لی ہے۔ عباسی مدنی کو رہا کر دیا گیا ہے لیکن قتل وغارت کا سلسلہ جاری ہے۔ زیروال کی حکومت نے بظاہر جائز اور قانونی حیثیت حاصل کر لی جسے امریکہ تسلیم کرنے کو تیار ہے۔ الجزائر کے لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام پسند کچھ عرصے بعد دوبارہ ابھریں گے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ فوج آئندہ ایسی آزاد جمہوری فضا پیدا نہیں ہونے دے گی جس میں کوئی اسلامی حزب اختلاف پنپ سکے۔ الجزائر کے عوام شدت سے چاہتے ہیں کہ خونریزی ختم ہو لیکن وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ ان کی قوم کو ابھی حقیقی آزادی حاصل کرنے کے لئے کئی مراحل طے کرنا باقی ہیں۔

ہم قومی سطح پر منافقت کی زندگی بسر کر رہے ہیں

مشرقی پاکستان کا سقوط آزمائش نہیں' عذاب الٰہی تھا

"قوموں کے عروج و زوال کے بارے میں ضابطہ الٰہی"

سانحہ سقوط مشرقی پاکستان کے معاً بعد مولانا ابوبکر غزنوی مرحوم کا ایک چشم کشا خطاب

جس میں آج بھی ہمارے لئے عبرت کا وافر سامان موجود ہے

جس طرح فرد کے لئے اس دنیا میں جزا و سزا کا ایک قانون جاری ہے' بالکل اسی طرح اقوام کے عروج و زوال کے بارے میں بھی کچھ قاعدے اور ضابطے ہیں جو قرآن نے بیان کئے۔ وہ قوم یقیناً خود فریبی میں مبتلا ہے جس کے افراد محض کسی قوم کے فرد ہونے کی بناء پر یہ چاہیں کہ خدا ان کے ساتھ امتیازی سلوک کرے۔ مخلوق ہونے کی حیثیت سے اللہ کی نظر میں تمام مخلوق یکساں ہے۔ "الخلق عیال الله---" تمام مخلوق اللہ کا گھرانا ہے۔ زہر کا یہ خاصا ہے کہ ہندو' سکھ' عیسائی' یہودی' مسلمان جو بھی اسے کھائے' اس پر موت طاری ہوتی ہے۔ زہر ہلاکت آفریں ہے اور آگ سے جسم جلتا ہے۔ بالکل اسی طرح کچھ باتیں ہیں جو قوموں کے لئے سم قاتل ہوتی ہیں اور ہر وہ قوم جس سے وہ باتیں سرزد ہوں' زوال اور انحطاط کے گڑھے میں دھکیل دی جاتی ہے۔ "ولن تجدلسنه الله تبدیلا' ولن تجدلسنه الله تحویلا" اللہ کا قانون انسانوں کے کسی گروہ کے لئے بدل نہیں جا سکتا۔ اقبال نے بجا کہا تھا :

حقیقت ازلی ہے رقابت اقوام
نگاہ پیر فلک میں نہ میں عزیز نہ تو

قوموں کی مادی ترقی کے بھی کچھ قاعدے اور ضابطے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں :

"اس کتاب کے ضابطوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے خدا بعض قوموں کو بلند کرتا ہے اور ان ضابطوں کو پس پشت پھینکنے کی وجہ سے بعض قوموں کو ذلیل کر دیتا ہے۔"

قرآن مجید نے دفاع کے بارے میں یہ تلقین کی کہ "اعدوالهم ما استطعتم من قوه" جہاں تک تمہارا بس چلے' دشمن کے خلاف تیاری کرو یعنی جہاں تک ممکن ہو' بجٹ کا حصہ دفاع پر صرف کرو اور قرآن نے یہ بھی کہا :

﴿ وانزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس..... ﴾

"اور ہم نے لوہا اتارا جو جنگ میں بہت کام آتا ہے اور انسانوں کے لئے اس میں اور بھی کئی فائدے ہیں"۔

میرا یہ ایمان ہے کہ اگر آج امریکہ' روس اور چین معزز ہیں تو وہ قرآن مجید کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے معزز ہیں اور اگر ہم آج ذلیل ہیں تو ان اصولوں کو پس پشت پھینکنے کی وجہ سے ذلیل ہیں۔ ہماری عقلوں پر ایسی طاعون چھا گئی ہے کہ عین اس وقت جب ہم موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہم اپنا زر مبادلہ اسباب راحت اور اسباب تعیش کی درآمد پر برباد کرتے ہیں۔

یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ پچیس برس سے ہم پاکستان میں منافقت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال اور قائداعظم کا جھگڑا گاندھی سے کیا تھا؟ گاندھی یہ کہتا تھا کہ قومیت کی بنیاد خطہ زمین ہے جو ہندوستان کا باشندہ ہے' وہ ہندوستانی ہے۔ اقبال اور قائداعظم کہتے تھے کہ ہم خاک اور نسل کی بنیادوں پر قومیت کے قائل نہیں ہیں۔ ہم تو اپنا ایک نظریہ حیات رکھتے ہیں اور اسی کی بنیادوں پر قومیت کا ڈھانچہ استوار کرتے ہیں۔ جھگڑا ہوا' قائداعظم جیت گئے' پاکستان معرض وجود میں آگیا اور اس کا نام Islamic Republic رکھا گیا۔

ہم نے دنیا جہان کی ناپاکیاں ـــــ ارتکاز دولت' علاقائیت پرستی' رشوت ستانی' ذخیرہ اندوزی' اقربا نوازی' کنبہ پروری' جوا' شراب' سود---اس خطہ زمین پر اکٹھی کیں اور اس کا نام پاکستان رکھ دیا۔ کسی بتکدے کی دیواروں پر حرم کا لفظ کندہ کر دینے سے کوئی بتکدہ بیت اللہ تو نہیں بن جاتا ہے۔ ہم نے جس نظریہ حیات کو اپنانے کی خاطر اور جن قدروں کو پروان چڑھانے کے لئے قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا تھا۔ ہم نے اس ملک میں ان قدروں کو نہایت بے دردی سے پامال کیا اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی غرض سے ہر حکومت یہ اعلان کرتی ہے کہ ہمارا آئین قرآن و سنت کے منافی نہیں ہوگا۔ فقرے کے تیور دیکھئے کس قدر منافقانہ ہیں؟ اگر جی میں کھوٹ نہ ہوتا تو اعلان کے الفاظ یوں ہوتے کہ : "ہمارا آئین کتاب و سنت کے عین مطابق ہوگا۔"

مشرقی پاکستان کا سقوط آزمائش نہیں' عذاب ہے

پچیس سال کی مسلسل اور پیہم بداعمالیوں کی پاداش میں آدھا ملک ہم سے چھن گیا۔ جب مشرقی پاکستان کا سقوط ہوا تو اس وقت بھی ہم نے اپنے آپ کو اور عوام کو دھوکا دیا۔ ہمارے ذرائع ابلاغ ریڈیو' ٹیلی ویژن نے کہا کہ یہ غزوۂ احد ہوا ہے' یہ غزوۂ حنین ہوا ہے۔

یاد رکھئے کہ آزمائش کا تعلق مومنین قانتین سے ہے' جنہیں عارضی طور پر بھٹی میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ کندن ہو کر نکلیں۔ قرآن مجید ابتلا کا لفظ ان نفوس قدسیہ کے لئے بولتا ہے جنہوں نے معاشرے کی تطہیر کی تھی۔ ابتلا کا تعلق قرآنی نقطہ نظر سے ان لوگوں سے ہے جو نماز قائم کرتے ہیں' جو زکوۃ کا اجتماعی نظام قائم کرتے ہیں جو شراب خوری' زناکاری' سود خوری' رشوت ستانی' ذخیرہ اندوزی' بلیک مارکیٹنگ اور تمام اجتماعی برائیوں کا استیصال کرتے ہیں۔ چوری' زنا اور دوسری بداعمالیوں کی سزا احکام قرآنی کے مطابق دیتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ انبیاء اور ان کے پیرووں کی ہزاروں برس کی تاریخ اس بات کو جھٹلاتی ہے کہ اللہ نے اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو کبھی یوں بین الاقوامی طور پر ذلیل کیا ہو کہ بیک وقت پوری کائنات کے ذرائع ابلاغ سے اس قوم کی ذلت و رسوائی کا اعلان کیا گیا ہو۔ آدھا ملک چھن جائے اور ۹۵ ہزار افراد کافروں اور بت پرستوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور ہم کہیں' یہ غزوہ احد ہوا ہے۔

یہ نئی پود' یہ نوجوان نسل' یہ غریب طالب علم۔ انہوں نے اپنے حکمرانوں کی زبان سے اسلام کا نام سنا ہے' انہوں نے اسلام کا نام یحییٰ خان کی زبان سے سنا' جو ملک و ملت کو ذلت اور ہلاکت کے غار میں دھکیلنے کے بعد بھی اپنی آخری تقریر میں اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا تھا۔۔۔ وہ جو اس وقت بھی نشے میں دھت تھا اور اس کی زبان ہکلا رہی تھی۔

آہ یہ ملک! اس میں پچیس برس سے اسلام' خدا' رسول' جہاد ان سب لفظوں کو Exploit کیا جا رہا ہے۔ ہماری نئی پود نے اسلام کی بات یا تو حکمرانوں کی زبان سے سنی ہے یا اپنے محلے کے نیم خواندہ مولوی سے۔ اس کا یہی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے نوجوانوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسلام یا تو Half Educated ہونے کا نام ہے یا Exploitation کا نام ہے۔ میں اس بارے میں نئی پود کو معذور سمجھتا ہوں۔ مجرم ہم ہیں کہ اسلامی نظریہ حیات کے صحیح خط و خال ان کے سامنے اجاگر نہ کر سکے۔ ہر حادثہ جو اس کائنات میں رونما ہوتا ہے' ایک طالب علم کی حیثیت سے ہم قرآن مجید لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور آیات الٰہی کی روشنی میں اس کی تعبیر ڈھونڈتے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے سقوط پر جو آیتیں منطبق ہوتی ہیں' وہ یہ ہیں۔ ہم یہ آیت کیوں نہیں پڑھتے : "فبما نقضھم میثاقھم لعنھم و جعلنا قلوبھم قسیہ"

قرآن کہتا ہے کہ بعض قومیں ایسی ہیں جو کہتی ہیں' اے اللہ تو ہمیں ایک خطہ زمین عطا کر۔ ہم اس میں تیرے نظریہ حیات کو نافذ کریں گے اور جب ہم انہیں خطہ زمین عطا کر دیتے ہیں' تو وہ ہم سے وعدہ شکنی کرتے ہیں اور انہیں پھیر لیتے ہیں۔ خدا کہتا ہے "فبما نقضھم میثاقھم لعنھم" ان کی وعدہ شکنی کی پاداش میں ہم نے اسی دنیا میں ان پر لعنتیں بھیجیں "وجعلنا قلوبھم قسیہ" اور ہم نے ان کے دلوں کو کٹھور بنا دیا کہ خیر اور شر میں تمیز کی صلاحیت ہی ان سے اچک لی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سقوط مشرقی پاکستان ایک عظیم المیہ ہے' لیکن اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ اس دھچکے کے بعد بھی ہم منافقت کے روگ سے شفایاب نہ ہو سکے۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ روگ ہماری ہڈیوں میں سما گیا ہے۔ سقوط مشرقی پاکستان پر ہمارے صحافیوں نے لکھا کہ : "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"۔

تم اس امام الشہداء کا ذکر کرتے ہو جس کے سامعہ سے اس کی پیاسی اور بلکتی ہوئی بچیوں کی آوازیں ٹکرا رہی تھیں مگر اس نے ہتھیار نہ ڈالے' وہ جس نے علی اکبر اور علی اصغر کے لاشے دیکھے مگر ہتھیار نہ ڈالے' وہ جس نے اپنے چھ مہینے کے شیر خوار بچے کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا مگر ہتھیار نہ ڈالے' وہ جس نے اپنے پورے گھرانے کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا۔ وہ عزم و ہمت کا پیکر' وہ صبر و استقامت کا ہمالہ' وہ عزت و ناموس کا سراپا ___ جو دشمنوں کے نرغے میں تنہا رہ گیا تھا' مگر اس کے عزم اور ہمت کا دامن بے داغ رہا۔ ہاں! ان کی بھی ناکہ بندی ہو گئی تھی۔ ہاں وہ بھی دشمنوں کے نرغے میں آ گئے تھے' وہ دشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑے اور بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۴۵ ہزار تندرست و توانا آدمی ہتھیار ڈال دیں اور کہیں کہ حادثہ کربلا ہوا ہے۔ خدارا اہل بیت اور حسین ؓ ابن فاطمہ ؓ کی توہین مت کیجئے۔

غزوہ احد اور حنین کا ذکر بے محل ہے۔ عاد و ثمود کی قوموں کے عذاب کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ جیسے ایک اناڑی وکیل تعزیرات کی غلط دفعہ لگاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آنے والے علماء نے بے محل آیتیں پڑھیں۔ یہ آیت کیوں نہیں پڑھتے : ﴿افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا﴾

خدا کہتا ہے کہ تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ قرآن مجید کا جو حصہ تمہیں آسان نظر آتا ہے' اس پر تو تم عمل کر لیتے ہو اور قرآن کے جو حصے تمہیں مشکل نظر آتے ہیں' ان سے تم عملاً انکار کرتے ہو۔ جو قوم ایسا کرے گی وہ کیا سمجھتی ہے کہ میں اسے صلہ کیا دوں گا' میں اسی دنیا کی زندگی میں ان کو ذلیل و رسوا کروں گا۔

ملک کا نام اسلامک ری پبلک (Islamic Republic) رکھنا آسان کام تھا' اس لئے اس کے کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوا لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ شراب کی کشید اور درآمد پر پابندی لگائیے تو ارباب حل و عقد کی پیشانیوں پر شکن پڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہ تو تنگ نظری کی بات ہے۔ قرآن نے اس بارے میں واشگاف لفظوں میں دو ٹوک بات کہی :

﴿من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون

.... من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون

..... من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون﴾

"جو وحی الٰہی کے مطابق آئین نہیں بناتے' یہی لوگ فاسق ہیں۔ جو وحی الٰہی کے مطابق فیصلے نہیں کرتے' یہی لوگ ظالم ہیں۔ جو وحی الٰہی کے مطابق حکومت نہیں چلاتے' یہی لوگ کافر ہیں۔ (گو زبانی دعوے ہزار کریں)"

قرآن یہ کہتا ہے کہ مختلف قوموں کو جب ان کی بداعمالیوں پر ہم جھنجھوڑتے ہیں تو بعض قومیں چونک اٹھتی ہیں اور وہ اپنی تمام توانائی کو خیر اور بھلائی کی راہ میں کھپا دیتی ہیں اور بعض قومیں ایسی ہیں کہ جب ہم نے انہیں جھنجھوڑا : "قالوا قد مس اباء نا الضراء والسراء فاخذنھم بغتۃ وھم لا یشعرون"

تو انہوں نے کہا قوموں کو کبھی Defeat ہو جاتی ہے۔ کبھی Victory ہو جاتی ہے۔ اس میں عذاب کی کیا بات ہوئی؟ یہ تو Superstitions (توہمات) کی باتیں ہیں۔ آج بھی جب ہم اس ملک کے دانشوروں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ عذاب الٰہی ہے۔ ہوش میں آؤ' تو وہ زیر لب طنزاً مسکراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قوموں کو کبھی فتح ہوتی ہے' کبھی شکست ہو جاتی ہے۔ اس کا عذاب سے کیا تعلق؟

خدا یہ کہتا ہے کہ جب تم دیکھو کہ کسی قوم پر یہ حالت طاری ہوئی کہ وہ عذاب کو عذاب ماننے کے لئے تیار نہیں اور عذاب کو Superstition قرار دیتی ہے' تو ہم ایسی قوم کو ایک دوسرا تھپڑ رسید کرتے ہیں اور اس کے قومی وجود کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ ہماری پکڑ یکایک ہوتی ہے۔ ہم انہیں سوچنے کا بھی موقع نہیں دیتے کہ ان پر بیت گئی ہے؟

سقوط مشرقی پاکستان کے ہولناک اور ذلت آمیز حادثے سے ہم نے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ ہمارے ذرائع ابلاغ جن کا مقصد قومی انا کو بیدار کرنا اور ملی کردار کی تعمیر کرنا تھا۔ "اکڑ بکڑ" ایسے الم غلم پروگراموں پر وقت برباد کر رہے ہیں۔ وہ لامقصدیت جو ہماری نئی پود میں پیدا ہو گئی ہے' ہمارے ذرائع ابلاغ اسے تیز تر کر رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ رقص و سرود اور طاؤس و رباب کے ساتھ ان زخموں کو مندمل نہیں کیا جا سکتا۔ آپ یقین کیجئے کہ ہمارے غریب عوام اپنی بھوک بھول گئے ہیں۔ انہیں اپنی عریانی بھول گئی ہے۔ یہ زخم اتنے شدید اور اتنے گہرے ہیں کہ کوئی پائل کی کھنک اور کوئی پازیب کی جھنکار ان کا اندمال نہ کر سکے گی۔ ہمارے بعض دانشوروں اور سیاست دانوں نے کہا' یہ ٹھیک ہے کہ ہمارا آدھا ملک چھن گیا ہے اور ہماری افواج دشمن کی قید میں ہیں' مگر ہم سے نوحہ گری نہیں ہوتی ہے۔ نوحہ گری کے تو ہم بھی قائل نہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا نوحہ گری اور رقص و سرود کے درمیان متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ملک و ملت کی تعمیر میں اپنی تمام صلاحیتوں کو کھپا دینے کی کوئی راہ نہیں ہے؟

"فمال ھولاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔"

آہ! ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اتنی موٹی اور سیدھی بات بھی یہ نہیں سمجھتے۔ حکیم الامت نے بجا کہا تھا ~

میں تم کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول' طاؤس و رباب آخر

میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم پچیس برس مسلسل اور پیہم منافقت کی زندگی بسر کرتے رہے اور یہ ایک المیہ ہے کہ سقوط

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

پاکستانی معیشت کا المیہ

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

سٹیٹ بینک آف پاکستان کی رپورٹ میں مالی سال 97-1996ء کے دوران 279 بلین روپے کا خسارہ ظاہر کیا گیا ہے جو پاکستان کی معیشت کی زبوں حالی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کا ایک اہم سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں آنے والی ہر حکومت پاکستان کے آئین کی بجائے آئی۔ ایم۔ ایف اور عالمی بینک کے مشوروں کو اصل اہمیت دیتی ہے۔ پاکستان کے دستور اور سٹیٹ بینک اف پاکستان کے 1956ء کے ایکٹ میں جو مالی ضوابط طے کئے گئے ہیں' ان کی رو سے

i) وفاقی حکومت روپے کی قیمت میں 0.268601 گرام خالص سونا فی روپیہ سے زیادہ کمی کرنے کی مجاز نہیں۔ آئی ایم ایف نے 11 جولائی 1950ء کو پاکستان کو آئی ایم ایف کی رکنیت دیتے وقت پاکستانی روپے کی یہ قیمت خود تسلیم کی تھی جسے بعد میں کم کرنے کا کسی حکومت کو اختیار نہیں تھا۔ جبکہ 8 دسمبر 1958ء کو ہی روپے کی قیمت 0.186621 گرام خالص سونا فی روپیہ کے حساب سے کم کر دی گئی تھی۔ یہ کمی 30.52 فیصد بنتی تھی۔ اب تک یہ کمی لگ بھگ 100 فیصد ہو چکی ہے۔

ii) وفاقی حکومت فیڈرل کنسالیڈیٹڈ فنڈ (Federal Consolidated Fund) کی سیکورٹی پر نئے نوٹ چھاپنے کی اجازت نہیں دے سکتی لیکن مختلف حکومتیں اس بنا پر جو نئے نوٹ چھپواتی رہی ہیں ان کی مالیت 193.850 بلین روپے ہو چکی ہے۔

iii) آئین کی رو سے وفاقی حکومت قرض لے کر سود کی ادائیگی نہیں کر سکتی۔ لیکن آئی ایم ایف اور عالمی بینک کو چونکہ اس خلاف ورزی پر کوئی اعتراض نہیں تھا لہٰذا اسے جائز قرار دیا گیا۔

ہمارے ملک کے معاشی مسئلے کا صحیح حل یہ ہے کہ حکومت پاکستان کو ملک کے آئین اور سٹیٹ بینک آف پاکستان کے ایکٹ میں درج قوانین و ضوابط پر عمل کرنے کا سختی سے پابند بنایا جائے۔

سٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق سال 97-1996ء کے دوران اندرونی قرضے 909 بلین روپے سے بڑھ کر 1042 بلین روپے اور بیرونی قرضے 1013 بلین روپے سے بڑھ کر 1198 بلین روپے ہو گئے۔ اس طرح قرضوں کی مد میں کل اقسام (133+185)318 بلین روپے بنتا ہے۔

اے بی سی 98-1997ء میں شامل 97-1996ء کے نظرثانی شدہ تخمینہ کے مطابق اس کی تفصیل اس طرح ہے:

i)	کل محصولات	: 257	بلین روپے
ii)	نفی خرچہ محصولات	: 217	"
iii)	بقایا محصولات	: 40	"
iv)	نفی سود	: 146	"

احوال وطن

v)	خسارہ محصولات	: 106	"
vi)	جمع قرضے	: 318	"
vii)	اصل وسائل	: 212	"
viii)	کل مصارف	: 65	"
ix)	خسارہ بابت کمی قدر: (Devaluation)	147	"

147 بلین روپے قدر زر میں کمی کی مد میں خسارے کے علاوہ 26 بلین روپے غیر ملکی کرنسی کے کھاتوں میں کمی بیشی کیلئے سٹیٹ بینک خود اپنے اخراجات کیلئے الگ رکھتا ہے۔ صرف 97-1996ء کے دوران (106+147+26)279 بلین روپے کا خسارہ مالی بد نظمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مالیاتی نظم سے مراد روپے پیسے اور ادھار کے معاملے کو مسلمہ اصولوں کے تحت رکھنا ہے۔ یہ اصول سٹیٹ بینک کے 1956ء کے ایکٹ اور ہمارے دستور میں درج ہیں۔ وہ اصول یہ ہیں:

ii) وفاقی حکومت روپے کی قیمت 0.268601 گرام خالص سونا فی روپیہ سے کم نہیں کر سکتی۔

ii) وفاقی حکومت وفاقی مجموعی رقوم کی ضمانت پر نوٹ چھاپنے کی اجازت نہیں دے سکتی اور

iii) قرض کی رقم سود کی ادائیگی پر خرچ نہیں کر سکتی۔

8 دسمبر 1958ء سے روپے کی قیمت میں 0.186621 گرام خالص سونا فی روپیہ کے حساب کمی کر دی گئی تھی جو 30.52 فیصد بنتی ہے۔ 11 مئی 1972ء سے سونے کے سکوں اور سلاخوں وغیرہ کی قیمت کا نئے سرے سے 0.0744103 گرام خالص سونا فی روپیہ کے حساب سے تعین کیا گیا جس سے روپے کی قیمت 41.78 فیصد مزید کم ہو گئی۔ 6 جولائی 1980ء سے سونے کے سکوں اور سلاخوں وغیرہ کی قیمت کا تعین خالص سونے کی مارکیٹ میں قیمت کے لحاظ سے کر لیا گیا (مارکیٹ میں سونے کی قیمت کا اندازہ -/468 روپے فی گرام لگایا گیا جس کا مطلب تھا 0.00021367 گرام فی روپیہ اور اس طرح مجموعی طور پر روپے کی قیمت میں کمی 99.20 فیصد تک جا پہنچی)۔

اس طرح سونا مہنگا ہوتا رہا اور سٹیٹ بینک سونے کی بازاری قیمت پر نوٹ چھاپتا رہا۔ سونے کے سکوں اور سلاخوں کی قیمت میں کل اضافہ 25.364 روپے کا تھا۔ اس طرح ان کی اصل قیمت 2.152 بلین روپے بنتی تھی (25.364-27.516)۔

سٹیٹ بینک سرکاری قرضوں کا بندوبست ایکٹ کی دفعہ-21 کے تحت انجام دیتا ہے۔ وفاقی حکومت کے قرضہ حاصل کرنے کے اختیارات آئین کی دفعہ 166 میں درج کئے گئے ہیں۔ ان کی رو سے وفاق پارلیمنٹ کی مقرر کردہ حدود کے اندر اندر مجموعی وفاقی رقوم کی ضمانت کے بدلے قرض لے سکتا ہے۔ دفعہ 260 میں قرض کی جو تعریف کی گئی ہے اس میں نئے نوٹ چھاپ کر پیسہ بڑھانا شامل نہیں۔ گویا وفاقی رقوم کی ضمانت پر 193.850 بلین روپے کی مالیت کے نئے نوٹ چھاپنا بلا جواز تھا۔

30 جون 1997ء کو نوٹ جاری کرنے والے محکمے کے پاس 259.364 بلین روپے کی ادائیگیوں کے لئے جو سونا اور چاندی موجود تھا وہ صرف 2.152 بلین روپے مالیت کا تھا۔ اس طرح 257.212 روپے (2.152-259.364) کا خسارہ 99.23 فیصد بنتا ہے۔

11 جولائی 1950ء کو آئی ایم ایف رکنیت کی حاصل کرتے وقت آئی ایم ایف نے پاکستانی روپے کی قیمت بحساب 0.268601 گرام خالص سونا فی روپیہ قبول کر لی تھی لہٰذا بعد میں اسے کم نہیں کیا جا سکتا۔

یہ آئی ایم ایف اور عالمی بینک کا کیا دھرا ہے اس سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ حکومت آئین کی شق 235 پر عملدرآمد یقینی بنائے۔

(بحوالہ : ڈان' 27 نومبر 1997ء)

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

مرکزی قائدین تنظیم اسلامی کا دورۂ پنڈی گھیپ

تنظیم اسلامی کے مرکزی قائد جناب رحمت اللہ بٹر (ناظم تربیت) اور حلقہ شمالی پنجاب کے ناظم جناب شمس الحق اعوان دو روزہ دورے پر ۲۳ نومبر کو پنڈی گھیپ پہنچے' یہاں مقامی اسرہ کی جانب سے جناح ہال کمیٹی چوک میں ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اسرہ کے تمام رفقاء شب و روز کی محنت سے اس کو کامیاب کرانے کی سعی میں مصروف رہے۔ جمعۃ المبارک کے بعد شہر کی مرکزی مساجد میں تین ہزار کی تعداد میں ہینڈ بل تقسیم کئے گئے' اس کے علاوہ پڑھے لکھے حضرات اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کو ایک سو خصوصی دعوت نامے بھی بھجوائے گئے۔

جناح ہال تک پہنچنے کے لئے تمام راستوں پر مختلف بینرز اور جھنڈے لگا کر ہال اور کمیٹی کی عمارت کو سجایا گیا تھا۔ جلسہ کا باقاعدہ آغاز مغرب کی نماز کے فوراً بعد ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب محمد شفیق نے ادا کئے۔ تلاوت قرآن پاک جامعہ فاروقیہ پنڈی گھیپ کے قاری عبدالخالق صاحب نے فرمائی۔ بعد ازاں ادارہ منہاج القرآن کے زیر انتظام سکول کے طالب علم محمد عدنان شعیب نے بارگاہِ رسالت ؐ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ نعت رسول مقبول ؐ کے بعد شمس الحق اعوان صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ اعوان صاحب کے خطاب کے اہم نکات درج ذیل ہیں :

○ انسانی زندگی دو قسم کے کردار پر محیط ہے۔
i) انفرادی سطح کے کردار
ii) اجتماعی سطح کے کردار

انفرادی سطح پر عقیدہ' عبادات اور رسومات ہیں جو کہ کسی شخص کی انفرادیت کا اظہار ہوتی ہیں۔ انسان اپنی مرضی کا عقیدہ' عبادات اور رسومات ادا کر سکتا ہے لیکن اجتماعی سطح کے کردار کی ادائیگی کے لئے اسے دوسروں کا مرہون منت ہونا پڑتا ہے۔

اجتماعی سطح کے کردار میں تین اہم دائرے معیشت' معاشرت اور سیاست ہیں۔ اسلام صرف انفرادی طور پر ہماری تربیت نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیں ایک پورا نظام حیات دیتا ہے اور اس نظام حیات کے درج بالا چھ دائرے ہیں۔ ان دائروں پر محیط کو ہی ہم دین اسلام کہہ سکتے ہیں۔ اگر کسی ملک میں انفرادی طور پر نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ ادا کرنے کی آزادی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ آدھا اسلام ہے۔ انہوں نے یہ تصور اجاگر کرنے کی کوشش کی کہ دین کے تصور کو محدود نہ کیا جائے۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جس کے نفاذ کے لئے سعی و جہد کرنا ہم سب کا فرض اولین ہے۔

جناب رحمت اللہ بٹر نے فرائض کی ادائیگی کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز تلاوت پاک اور اس کے ترجمہ سے کیا۔ انہوں نے نظام بیعت کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے فرمایا کہ سب سے پہلے جو لوگ اسلام کو بطور دین نافذ کرنا چاہتے ہیں وہ ایک امیر کی قیادت میں جمع ہوں اور ضروری ہے یہ قیادتی نظام ہمیں ورثے سے ملنے والے نظام بیعت پر ہو اور اس میں شامل ہونے والے لوگ سمع و طاعت کے خوگر ہوں۔ پھر یہ لوگ مل کر ایک تنظیم کی شکل اختیار کریں اور یہ تنظیمی افراد اسلام کے نفاذ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں۔ ان لوگوں میں درج ذیل دو صفات ہوں۔

- یہ تنظیمی افراد خود اپنے اوپر اسلام کو نافذ کریں۔ سب سے پہلے پانچ فٹ کے قد پر اسلام نافذ کرنے کا عہد کریں اور اس عہد پر عملی طور پر کاربند ہوں اور یہ دعوت و تبلیغ دینے والے لوگ جس چیز کی دعوت دے رہے ہوں وہ مکمل طور پر اس کا بہترین نمونہ ہوں۔ ان کی زندگیوں میں قول و فعل کا تضاد نہ ہو۔
- ان کا اوڑھنا بچھونا دینی جدوجہد بن جائے۔ اس مقصد کا حصول ہماری زندگی کا مشن ہے۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر' سمع و طاعت کے نظام میں رہتے ہوئے اللہ کے دین کی خاطر ہر وقت اپنی جان تک قربان کر دینے کے لئے تیار ہوں۔

یہ دو مقاصد حاصل کر لئے جائیں تو پھر ان افراد کے ذریعے اس نظام باطل کو للکارا جائے۔ اس کے ہر کفر کو ایک ایک کر کے پاش پاش کیا جائے۔ اس کی مثال ہمارے سامنے اسوۂ حسنہ میں موجود ہے۔ انہوں نے کہا حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا فرمان ہے کہ امت مسلمہ کی اصلاح صرف اور صرف ایک طریقہ سے ہو سکتی ہے اور وہ طریقہ ہے سابق الاولون یعنی صحابہ کرام ؓ کا

بعد ازاں سوال و جواب کی نشست کا انعقاد ہوا۔ النور پبلک سکول پنڈی گھیپ کے پرنسپل صاحب نے کہا کہ ان چھ نکات کی دوبارہ وضاحت کی جائے جو کہ دوران خطاب پیش کئے گئے۔ لہٰذا بٹر صاحب نے ان نکات کو دوبارہ پیش کیا۔

مہمانان گرامی اور اسرہ کے تمام رفقاء کی ضیافت محمد امین صاحب نقیب اسرہ نے کی۔ اگلے دن مرکزی قائدین نے نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید دیا۔ اس پروگرام کے تمام اخراجات ابو ظہبی میں مقیم رفقاء جناب ظہور الحق اور ابو عبدالرحمٰن نے برداشت کئے۔ (رپورٹ : محمد عارف)

تنظیم اسلامی ضلع جنوبی کراچی کا ایک روزہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی ضلع جنوبی کراچی کا ایک روزہ پروگرام اتوار ۱۶ نومبر کو قرآن اکیڈمی کراچی میں منعقد ہوا۔ جس میں سات رفقاء نے ہمہ وقتی جبکہ ۱۲ رفقاء نے جزوقتی شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز عشاء درس حدیث سے ہوا' جناب عبدالرحمٰن منگورہ نے نماز کی اہمیت واضح کی۔ بعد ازاں رفقاء کا باہمی تعارف ہوا۔ امیر جنوبی نے ایک روزہ پروگرام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس کا اصل مقصد گھر کے آرام کو چھوڑنا اور قیام اللیل کی عادت ڈالنا ہے۔ رفقاء سے کہا گیا کہ اس پروگرام میں خود بھی پابندی سے شریک ہوں اور دوسرے رفقاء کو بھی ساتھ لے کر آئیں۔ نظم جماعت کے آداب مولانا یوسف اصلاحی صاحب کی کتاب آداب زندگی سے پڑھ کر سنائے گئے۔ انفرادی نوافل کی ادائیگی نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا جس میں عبدالرحمٰن صاحب نے انقلاب نبوی کا اساس منہاج واضح کیا۔ ۹ سے ۱۱ بجے تک امیر محترم کا خطاب منہج انقلاب نبوی ؐ ویڈیو کے ذریعہ دیکھا گیا۔ بعد ازاں عبدالقادر انصاری۔ سورۂ مومنوں کی آخری آیات کے حوالے سے درس دیا۔ ایک روزہ پروگرام کو بہتر بنانے کے لئے رفقاء سے تجاویز و مشورے طلب کئے گئے۔ تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کے رفیق محترم نجم الحسن سید نے "قرآن کا تعارف اور عظمت" کو انگریزی زبان میں واضح کیا۔ بعد نماز عصر امیر محترم کا ۲۴ اکتوبر کا (خطاب جمعہ) بعنوان "اسلامی انقلاب کا ہدف نظام عدل و قسط" سنا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک روزہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (مرتب : واجد علی رضوی)

ناظم ذیلی حلقہ مالاکنڈ ڈویژن کی سرگرمیاں

یکم دسمبر بروز پیر اسرہ جار اور اسرہ خار باجوڑ کے زیر انتظام پہلے سے طے شدہ پروگرام میں مولانا غلام اللہ خان حقانی ناظم ذیلی حلقہ پہنچے۔ اسرہ خار کے نقیب فیض الرحمٰن سے مشاورت ہوئی جس میں بعد نماز عشاء منتخب نصاب کے درس کا افتتاح طے پایا۔ بعد نماز عشاء سول کالونی باجوڑ کی جامع مسجد میں درس کا افتتاح ہوا۔ تقریب میں تقریباً ڈیڑھ سو افراد موجود تھے۔ مولانا نے سورۃ العصر پر تقریباً ایک گھنٹہ مفصل خطاب کیا۔ لوگوں نے پروگرام کو بہت سراہا اور آئندہ درس میں باقاعدگی سے شرکت کا وعدہ کیا۔ یہ درس آئندہ کے لئے جناب فیض الرحمٰن نقیب اسرہ خار دیا کریں گے۔ اگلے دن ۲ دسمبر کو باجوڑ ڈگری کالج میں مولانا غلام اللہ حقانی نے منہج انقلاب نبوی ؐ پر مفصل خطاب کیا۔ آپ نے کالج کے نوخیز طلبہ کو حضور ؐ کی انقلابی جدوجہد کا مطالعہ کرنے اور قرآن کریم کو شعوری طور پر پڑھنے اور سمجھنے کی تلقین کی۔

پروگرام کا اگلا ہدف اسرہ جار باجوڑ کا علاقہ تھا' چنانچہ نقیب اسرہ جار گل رحمان صاحب سے رابطہ کیا گیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ پہلے مرحلے پر یہاں کے ایک جید عالم دین مولانا دوست محمد صاحب نورستانی سے ملاقات کرنی چاہئے۔ موصوف علاقہ ماموند کے گاؤں ترخو میں آج کل طلبہ کو دورۂ حدیث پڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خان حقانی

، نقیب اسرہ خار فیض الرحمٰن اور نقیب اسرہ جار گل رحمان نے ان سے ملاقات کی۔ موصوف پہلے سے ڈاکٹر صاحب کے فکر سے متفق ہیں اور اپنے دروس میں روایتی طریقہ کار سے ہٹ کر انقلابی طریقہ کار پر گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ تقریباً ۲۰ منٹ کے بعد یہ قافلہ اگلی منزل کے لئے روانہ ہوا۔

بعد نماز عصر رفیق تنظیم جناب فضل الرحمٰن صاحب کی مسجد میں سورہ الفاتحہ پر بیان ہوا۔ بیان کے دوران یہ اعلان بھی کیا گیا کہ بیان کا بقیہ حصہ بعد نماز مغرب اور پھر آخری خطاب بعد نماز عشاء ہو گا۔ چنانچہ بعد نماز مغرب سورہ الفاتحہ کا بقیہ حصہ بیان کیا گیا۔ عشاء کے لئے جگہ کا انتخاب ایک بڑی جامع مسجد تھی۔ یہ مقام مسلم باغ کا علاقہ ہے۔ وہاں بعد نماز عشاء مولانا حقانی نے انبیاء کی بعثت کے مقصد اور حضورؐ کی اس سلسلے میں خصوصیت کے موضوع پر خطاب کیا۔

پروگرام کے اختتام پر مولانا ۳ دسمبر کو تیمرگرہ پہنچے جہاں انہوں نے نقیب اسرہ جناب محمد فہیم خان صاحب سے لاقات کی۔ ملاقات میں تنظیمی امور زیر بحث آئے۔ انہوں نے ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان جناب عبدالرزاق صاحب کے پروگرام کے متعلق اسرہ تیمرگرہ کے رفقاء کو ہدایات دیں۔ (مرتب : ظفر حیات)

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳ کا ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳ کا ایک روزہ پروگرام ۲۲ اور ۲۳ نومبر کو منعقد ہوا۔ مسجد طیبہ سے متصل قرآن مرکز میں بعد نماز عشاء عامر خان صاحب نے فرائض دینی کے جامع تصور پر مذاکرہ کروایا۔ سہ منزلہ عمارت کا نقشہ حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔

اگلے روز بعد نماز فجر مسجد طیبہ میں فکر آخرت کے موضوع پر مطالعہ احادیث جناب نوید احمد نے کروایا۔ اس کے بعد ویڈیو کے ذریعہ مطالعہ لٹریچر کروایا گیا جس میں "اسلام اور پاکستان" کے ابواب پڑھے گئے۔

۹ سے ساڑھے دس بجے تک لانڈھی نمبر ا کے علاقے میں گشت کیا گیا احباب کو دعوتی پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ جناب نوید احمد نے "فرائض دینی کا جامع تصور" کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ عصر تا مغرب لانڈھی نمبر ایک کے علاقہ میں دعوتی گشت ہوا۔ بعد نماز مغرب نوید صاحب نے قران کی دعوت کے موضوع پر خطاب کیا۔ یوں یہ ایک روزہ روگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

ان شاء اللہ ——————— اس سال

امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

ماہ رمضان مبارک میں نماز تراویح کے ساتھ

دورۂ ترجمہ قرآن مجید

کی سعادت

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، خیابان راحت، ڈیفنس فیز VI کراچی میں حاصل کریں گے ——————— نیز اس سے قبل

اتوار ۲۸ دسمبر اور سوموار ۲۹ دسمبر کو بعد نماز عشاء اسی مقام پر

تعارف قرآن کریم اور **اصول تفسیر و تاویل**

پر دو، دو گھنٹے خطاب فرمائیں گے۔ اور منگل ۳۰/ دسمبر کو چاند ہو یا نہ ہو دورۂ ترجمہ قرآن شروع ہو جائے گا۔ جس میں چاند نہ ہونے کی صورت میں سورۂ بقرہ کے ابتدائی چار رکوعوں کے مضامین پر تفصیلی اظہار خیال ہو گا تاکہ پھر تراویح کے ساتھ پیش رفت میں تاخیر نہ ہو ——— اور کوشش ہوگی کہ ختم قرآن رمضان مبارک کی پچیسویں شب کو ہو جائے تاکہ دور سے آنے والے حضرات عید کے لئے گھر پہنچ سکیں۔

(نوٹ : جو حضرات اس پروگرام کے لئے جامع القرآن میں قیام کے خواہش مند ہوں وہ جلد از جلد مندرجہ بالا پتہ پر مطلع فرمائیں۔ ان کے قیام و طعام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا جائے گا۔ البتہ رضاکارانہ اعانت شکریئے کے ساتھ قبول کرلی جائے گی!)

المعلن : عبداللطیف عقیلی، صدر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی

شعبہ تربیت تنظیم اسلامی کے زیراہتمام سال 98ء کے دوران

مبتدی وملتزم تربیت گاہوں کا نظام الاوقات

8 تا 14 فروری 98ء	خصوصی تربیت گاہ برائے ملتزم رفقاء	مقام مرکزی دفتر
8 تا 14 مارچ 98ء	مبتدی تربیت گاہ	" "
19 تا 25 اپریل 98ء	ملتزم تربیت گاہ	" "
3 تا 9 مئی	مبتدی تربیت گاہ	" "
21 تا 27 جون	خصوصی تربیت گاہ برائے ملتزم رفقاء	" "
5 تا 11 جولائی	خصوصی تربیت گاہ برائے ملتزم رفقاء	آزاد کشمیر
2 تا 8/ اگست 98ء	مبتدی/ملتزم تربیت گاہ	کراچی
6 تا 12 ستمبر	مبتدی تربیت گاہ	مرکز
4 تا 10/ اکتوبر 98ء	مبتدی تربیت گاہ	ملتان

ضرورت رشتہ

۲۵ سالہ گریجویٹ ہنرمند دوشیزہ کے لئے نیک سیرت برسرروزگار رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : 854827

بقیہ : تجزیہ

اور قانونی نکات پیدا ہو چکے ہیں جن کا اطمینان بخش حل ڈھونڈنا ہو گا۔ اگر اس کا یہ حل کیا گیا کہ حکومت اور بعض ججوں کو بچانے کے لئے ان مقدمات پر مٹی ڈال دی گئی اور لمبی لمبی تاریخیں دے کر slow Poisoning کے ذریعے ان آئینی اور قانونی نکات سے نجات حاصل کرنے کی گئی کوشش کی تو اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو کسی انتہائی مہلک مرض میں مبتلا مریض کو sleeping pills دے کر سلا دیا جاتا ہے اور وہ کچھ دیر کے لئے تکلیف سے تو آزاد ہو جاتا ہے لیکن اس کا مہلک مرض کم ہونے کی بجائے اور بڑھ جاتا ہے اور اسے موت کے مزید نزدیک لے جاتا ہے۔

راقم کی رائے میں اس عدالتی اور آئینی بحران کو صرف اس طرح حل کیا جا سکتا ہے کہ سپریم کورٹ کے کوئٹہ اور پشاور کے بینچوں کے فیصلے کالعدم قرار دیئے جائیں۔ سجاد علی شاہ بحیثیت چیف جسٹس آف پاکستان اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ چیف جسٹس کی موجودگی سے قائم مقام جسٹس کی ضرورت نہیں ہو گی۔ توہین عدالت کے مرتکب تمام اراکین اسمبلی غیر مشروط معذرت پیش کریں اور وزیراعظم نواز شریف کے خلاف جتنے مقدمات دائر ہو چکے ہیں' ان کی تاریخیں ۱۵ فروری ۱۹۹۸ء کے بعد کی طے کر دی جائیں تاکہ موجودہ چیف جسٹس سجاد علی شاہ ریٹائر ہو چکے ہوں اور وہ ان مقدمات پر کسی طور پر بھی اثر انداز نہ ہو سکیں۔ اور نئے چیف جسٹس نواز شریف کے خلاف مقدمات میں چاہیں تو ان ججوں کو بھی شامل نہ کریں جنہیں چیف جسٹس سجاد علی شاہ کا ہم خیال سمجھا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کا تعصب انصاف کے راستے میں حائل نہ ہو سکے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان "اسلامی ریاست" کب بنے گا؟

——— تحریر : نعیم اختر عدنان ———

اسلام اور پاکستان کے الفاظ کو ہم جیسے سادہ لوح پاکستانی مسلمان ہم معنی اور ہم وزن سمجھتے ہیں مگر عملاً ایسا نہیں ہے۔ اسلام اور پاکستان کے تعلق کا قصہ اگرچہ پرانی بات ہے جسے مسلسل دہرانے سے بعض لوگوں کی پیشانی پر شکن پڑ جاتے ہیں مگر ہم بھی ایک طرح سے "مجبور" ہیں' وہ اس لئے کہ ہمیں تو ایک ہی بات بتائی اور سنائی جاتی رہی ہے کہ پاکستان کا قیام دو قومی نظریئے کا مرہون منت ہے۔ یعنی محمد کریم ؐ کا کلمہ پڑھنے والے اور اسلام کا دم بھرنے والے لوگوں کا دنیا کی دیگر اقوام و ملل کے مقابلے میں جداگانہ تشخص ہے۔ اہل ایمان کے اسی جداگانہ تشخص کو مفکر و مصور و مبشر پاکستان علامہ اقبال نے آشکارا کرتے ہوئے فرمایا تھا ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ؐ

ملت اسلامیہ کی اس "خاص ترکیب" کے پیش نظر ہی علامہ اقبال نے عالمی سطح پر رائج الوقت اور مقبول و معروف وطنی قومیت کے نظریئے کو دور حاضر کا سب سے بڑا بت قرار دیا ہے۔ اسی وطنی قومیت کے تصور کی نفی کے نتیجے میں پاکستان کے نام سے نظریاتی مملکت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ چنانچہ دنیا کے اس انوکھے ملک کیلئے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کا نام بامعنی ہی نہیں بر محل بھی ہے۔ اس اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم جناب میاں محمد نواز شریف نے گزشتہ دنوں سیاسی بحران کے حوالے سے قوم سے خطاب کرتے ہوئے "اقتدار اعلیٰ کا مالک حقیقی' اللہ تعالیٰ ہے" جیسے الفاظ دہرائے۔

قارئین! ہمارے ملک کے تمام حکمرانوں حتیٰ کہ ذوالفقار علی بھٹو نے بھی "اسلام ہمارا دین ہے" جیسے خوشنما سلوگن کو اپنی پارٹی کے رہنما اصولوں میں شامل کر رکھا تھا مگر عملاً بھٹو اور ان کی حکومت کا جو تعلق اسلام کے ساتھ تھا' اس سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔

ہم میاں نواز شریف صاحب سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ واقعی دل سے اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ کی وزارت عظمیٰ میں بھی قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء بنانے سے گریز و انحراف کی پالیسی پر کیوں عمل ہو رہا ہے؟ ماضی کی طرح اب بھی وفاقی شرعی عدالت جیسے موقر ادارے کے دائرۂ اختیار پر پابندیاں اور قدغنیں عائد ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں قرارداد مقاصد کے پہلو بہ پہلو اسے غیر موثر بنانے والی دفعات بھی آئین پاکستان کا حصہ ہیں۔

ہماری پارلیمنٹ' ہماری عدلیہ اور ہماری انتظامی اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے آئین کو مکمل طور پر اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ اگر ہم مملکت خداداد پاکستان کو موجودہ سیاسی و اقتصادی غلامی سے نجات دلانے کے خواہش مند ہیں تو ہمیں پاکستان کو ایشیاء کا ٹائیگر بنانے کی بجائے اسے پوری دنیا کے لئے "لائٹ ہاؤس" بنانا ہو گا۔ تاکہ دنیا کی نادار اور پسماندہ قومیں "وائٹ ہاؤس" کی طرف دیکھنے کی بجائے پاکستان کی شکل میں اسلام کے نظام عدل و قسط کے "لائٹ ہاؤس" کی جانب رجوع کریں۔ چنانچہ ہمیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت میں تبدیل کرنے کے لئے اپنا اپنا فرض ادا کرنا اور اپنی اپنی ذمہ داری نبھانا ہو گی۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ قومی سطح پر ہماری موجودہ ذلت و پستی کے حالات پہلے سے بھی بدتر ہو جائیں اور ہم دنیا میں ذلیل و پسماندہ قوم کی حیثیت سے بھی اپنا الگ تشخص اور وجود بھی قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسا دن دیکھنے سے ہم سب کو بچائے رکھے۔ (آمین)

بقیہ : تذکیر و موعظت

مشرقی پاکستان کے بعد ہماری منافقت کے لبادے پہلے سے بھی زیادہ دبیز ہو گئے ہیں ؎

رخ پر نقاب مصلحتوں کے پڑے ہوئے
لب پر زمانہ سازی کی مہریں لگی ہوئیں
جیسے زبان و دل میں کوئی ربط ہی نہیں

میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ملک کا یہ بچا کچھا حصہ جو باقی رہ گیا ہے' اللہ کا عذاب اس پر بھی منڈلا رہا ہے۔ وہ عذاب جو عوام اور خواص کو یکساں تہس نہس کرتا ہے.... وہ عذاب جس کی زد میں بڑے بڑے ذاکر اور صوفی بھی آ جاتے ہیں۔ خدا فرشتوں سے کہتا ہے کہ ان کو بھی پیٹو' ان کے آس پاس ملک میں آگ لگی ہوئی تھی اور یہ مسجدوں اور گھروں میں آرام سے بیٹھے ذکر و فکر کی لذتیں اٹھا رہے تھے۔ قرآن نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ جب صورت حال ایسی ہو تو اس وقت عذاب سے بچنے کی کیا تدبیر ہے؟ اس ہمہ گیر عذاب سے وہی لوگ بچ سکیں گے جو خیر اور بھلائی کے سانچے میں اپنی زندگیاں ڈھال کر عوام اور حکام کو امر بالمعروف کرتے ہیں..... جو نہی المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے : "فلما جاء امرنا نجینا ھودا والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منا فلما جاء امرنا نجینا صالحا والذین اٰمنوا معہ" جب ہمارا حکم آ گیا' تو ہم نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا اور یہ ہماری رحمت کا تقاضا تھا۔

جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا۔

وقت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم سب فعال بن جائیں۔ ہم سب کو چاہئے کہ اپنا دامن اڑس لیں اور کمر ہمت باندھیں اور اپنا وقت' اپنی توانائی' اپنا مال' اپنا جسم' اپنی جان سب کچھ اللہ کی راہ میں کھپا دیں۔ ○○

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶' شمارہ ۳۲
سالانہ زر تعاون -/۱۳۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم اُمّہ۔ خبروں کے آئینے میں

فرانس کا دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے

فرانس میں اسلام دن بدن بڑھتا جا رہا ہے حالانکہ فرانس میں سب سے زیادہ زور فرانسیسی ثقافت و تہذیب کو اختیار کرنے پر دیا جاتا ہے مگر اس کے باوجود یہاں مسلمان تارکین وطن کی وجہ سے اسلام کا درخت مضبوطی سے جڑیں پکڑتا جا رہا ہے جس کی سب سے نمایاں مثال دو سال قبل فرانس میں طالبات کے سر پر سکارف پہننے کی پابندی تھی مگر یہاں پر مسلمان طالبات نے اس حکومتی موقف کے خلاف آواز بغاوت بلند کی اور اس پابندی کو ختم کروایا۔ اس کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلام فرانس کا دوسرا بڑا مذہب بن گیا ہے یہاں مسلمانوں کی تعداد ۵۰ لاکھ سے متجاوز ہو چکی ہے یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۷۰ء تک فرانس میں صرف ایک درجن مساجد تھیں جبکہ آج کم و بیش ایک ہزار سے زائد مساجد موجود ہیں۔

امریکی سیاہ فام باشندوں کیلئے دین اسلام پناہ گاہ ہے

امریکہ کے اقتصادی حالات کی ابتری اور سیاہ فام باشندوں میں مظلومیت کے بڑھتے ہوئے احساس نے انہیں اسلام کی پناہ میں آنے پر مجبور کر دیا ہے چنانچہ دن بدن اسلام کے قدم امریکہ میں بڑھتے جا رہے ہیں بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ امریکی فوج اسلام کے آفاقی پیغام سے مستفید ہو رہی ہے اور بہت بڑی تعداد میں امریکی فوجی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ امریکی جیلوں میں بھی قیدیوں کی کثیر تعداد اسلام کو قبول کر رہی ہے۔ گزشتہ دنوں امریکہ کی معروف جیل رائیکرز آئی لینڈ کے ایک ہزار عیسائی قیدیوں نے اسلام قبول کیا یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو قیدی اسلام کو قبول کر رہے ہیں پھر وہ کبھی جرائم کی دنیا میں قدم نہیں رکھتے۔

اذان ہوگی نہ نماز پڑھی جائیگی' انڈیا میں ۱۵۷ مساجد پر پابندی

بھارت حکومت نے ایک حکم کے ذریعے ملک بھر میں ۱۵۷ مساجد میں اذان دینے' نماز پڑھنے اور مسلمانوں کے مساجد میں داخلے پر پابندی لگا دی ہے اور مزید یہ کہ ۳ مساجد کو مندر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جبکہ ہندوؤں کی متعصب اور مسلمان دشمن جماعت راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) نے ۳۵ مساجد کو قدیم مندر قرار دے کر ان سے اسلامی آثار کھرچنے کا اعلان کر دیا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ان میں آندھرا پردیش کی ۱۰' دہلی کی ۲۷' گجرات کی ۱۱' ہریانہ کی ۶' ہماچل پردیش کی ۱۵' مدھیہ پردیش کی ۱۹' اتر پردیش اور مغربی بنگال کی ۱۱ مساجد شامل ہیں۔ جبکہ آر آر ایس ایس نے ۱۳۵ ایسی مساجد کی فہرست مرتب کی ہے جن کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ یہاں پہلے ہندوؤں کے مندر تھے جنہیں مسلمان حکمرانوں نے مسمار کر کے مندر بنایا۔ انتہا پسند ہندوؤں کی تخریبی کارروائیوں سے سب سے زیادہ ریاست اترپردیش متاثر ہے یہاں پر بابری مسجد کے علاوہ تین اور مساجد کو شہید کر دیا گیا ہے۔

ہنگری میں پہلے اسلامی مرکز کی تعمیر

ہنگری کے قریباً ۳۰۰ نو مسلم باشندے اور یہاں پر مقیم عرب مسلمان مشترکہ طور پر ہنگری میں پہلا اسلامی مرکز تعمیر کر رہے ہیں جس کی تعمیر آئندہ سال تک مکمل ہو جائے گی ہنگری کی اسلامی کیونٹی نے اس سلسلے میں کام کا آغاز کر دیا ہے۔

اترپردیش میں مسلمان طلبہ کو "بندے ماترم" کہنا پڑے گا

بھارت کی شمالی ریاست اترپردیش کے سرکاری سکولوں میں پڑھنے والے ۳۵ لاکھ طلبہ کو اس وقت حاضر سمجھا جائے گا جب وہ حاضری کے وقت "بندے ماترم" کہیں گے۔ یہ قانون ریاست کی متعصب جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی حکومت نے نافذ کیا ہے جس پر عملدرآمد دیگر مذہبی فرقوں کے ساتھ مسلمانوں کے لئے بھی ضروری ہے جبکہ بھارتی مسلمانوں کو آزادی کے بعد سے ہی ان الفاظ کے ادا کرنے پر اعتراض رہا ہے۔ گاندھی سمیت بیشتر بھارتی رہنماؤں نے یہ بات تسلیم کی تھی کہ مسلمانوں کو ان الفاظ کی ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے ان کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں گزشتہ چند سال سے انہیں اس قسم کے عمل کے لئے مجبور کرتے رہے ہیں' لہٰذا انتہا پسند تنظیم راشٹریہ سیوک سنگھ اور اس کے دیگر سیاسی رہنما اور طلبہ اپنے جلسوں اور جلوسوں میں بھارتی مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ نعرہ لگاتے رہے ہیں کہ "بھارت میں رہنا ہو گا' بندے ماترم کہنا ہو گا" اب جبکہ بی جے پی اترپردیش میں برسراقتدار ہے اور منہدم بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر تعمیر کرنے کی مہم چلا رہی ہے اس نے یہ قانون بنایا ہے جس پر یکم جنوری ۱۹۹۸ء سے عملدرآمد شروع ہو جائے گا۔

ہندوازم میں انسانی فرق و تفاوت نے نوجوانوں کو مذہب سے بیزار کر دیا

ہندومت میں انسانی فرق و تفاوت نے ان کی نوجوان نسل کو مذہب سے دور کر دیا ہے لہٰذا اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اکثر ہندو نوجوان دوسرے مذاہب کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ نوجوان اسلام کو اختیار کرنے والے ہیں۔ انڈین اخبار پائنیر اپنی ۲۱ نومبر کی اشاعت میں ایک ایسے ہی ہندو نوجوان سنیل ساگر کے بارے میں لکھتا ہے کہ نئی دہلی کے علاقے سے متعلق اس نوجوان نے بغیر کسی دباؤ اور لالچ کے ہندومت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے۔

استنبول یونیورسٹی نے طالبات کو پردے کی اجازت نہیں دی

ترکی میں سیکولرازم ننگا ناچ رہا ہے جس کی نمایاں مثال گزشتہ دنوں سامنے آئی کہ استنبول یونیورسٹی نے ۳۰۰ طالبات کو داخلہ دینے سے انکار کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق ان طالبات نے اپنے داخلہ فارم پر دوپٹے والی تصاویر آویزاں کر رکھی تھیں۔ طالبات کے احتجاج کے باوجود یونیورسٹی انتظامیہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

بی بی سی کے ڈائریکٹر جنرل کے بیٹے کا قبول اسلام

برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن (بی بی سی) کے ڈائریکٹر جنرل جان برٹ کے نوجوان بیٹے نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ برطانوی اخبارات کے ذرائع نے بتایا ہے کہ ابھی نوجوان نے اپنا نیا اسلامی نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ قبول اسلام کے بعد بی بی سی کے ڈائریکٹر جنرل کے بیٹے نے ایک مسلمان لڑکی سے شادی کر لی ہے۔ نوجوان نے حال ہی میں ایک برطانوی یونیورسٹی سے ادیان کے تقابلی جائزے میں ماسٹر ڈگری حاصل کی ہے اس کے علاوہ اس نے لندن کی الازہر اکیڈمی میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔